سفرنامہ عمرے کا

اشتیاق احمد

ایم آئی ایس پبلشرز

M Safdar Urdufanz.com

جملہ حقوق بحقِ ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	سفرنامہ عمرے کا
مصنف	اشتیاق احمد
اشاعت دوئم	ذیقعد ۱۴۲۹ھ / نومبر ۲۰۰۸
ناشر	ایم آئی ایس پبلشرز

ملنے کا پتا

ایم آئی ایس اسٹوڈیو اینڈ پبلشرز

523۔سی بلاک، نزد مدینہ مسجد، آدم جی نگر۔کراچی

فون: 021- 4944448 / 4931044

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ ناشر

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ایم آئی ایس پبلشرز کی جانب سے بچوں اور بڑوں کے ہر دلعزیز مصنف محترم اشتیاق احمد صاحب کی ایک اور تصنیف ''سفرنامہ عمرے کا'' پیش ہے۔

محترم جناب اشتیاق احمد صاحب شعبان ۱۴۲۷ھ بمطابق اگست ۲۰۰۶ء میں عمرہ کی سعادت حاصل کرنے حجازِ مقدس تشریف لے گئے تھے۔ جہاں سے واپسی پر انھوں نے یہ سفرنامہ لکھا، جو پہلے مشہور ہفت روزہ ''بچوں کا اسلام'' میں قسط وار شائع ہوا اور اب یکجا کتابی صورت میں آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

اشتیاق احمد صاحب کی اپنی تحقیق، منفرد اور دلچسپ اندازِ بیاں اور اثنائے سفر میں بعض جلیل القدر ہستیوں کی ہمراہی کے باعث حاصل ہونے والی اہم معلومات نے مل کر اس سفرنامہ کی اہمیت اور بڑھا دی ہے۔

جب سفرنامہ ہو حجازِ مقدس کا کہ جہاں کی حاضری ہر مسلمان کی اوّلین دلی آرزو اور تمنا ہوتی ہے، تو ان مقاماتِ مقدسہ کے تذکرے کی اپنی ہی چاشنی اور برکات ہوتی ہیں، جنھیں قاری دورانِ مطالعہ ہر ہر لمحہ محسوس کر کے ان میں کھوتا چلا جاتا ہے۔

محترم جناب اشتیاق صاحب نے اس سفرنامہ میں اہم مقامات کے

M Safdar Urdufanz.com

تذکرے کے ساتھ وہاں سے منسوب واقعات بھی تفصیل سے لکھے ہیں۔ نیز اپنے عمرے کی ادائیگی کی روداد کو بھی کچھ اس طرح بیان کیا ہے کہ اس میں عمرہ کا طریقہ بھی سہل انداز میں آ گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ سے دُعا ہے کہ اپنے پیاروں کے صدقے میں ہم سب کو حرمین شریفین کی حاضری کا شرف بار بار عطا فرمائیں۔ آمین ثم آمین۔

فقط والسلام

ڈائریکٹر ایم آئی ایس

دو باتیں

السلام علیکم!

مجھے یہ بات تو معلوم تھی کہ عمرے سے واپسی پر ''بچوں کا اسلام'' میں عمرے کا سفرنامہ قسط وار شائع کرنا پڑے گا، کیوں کہ اس کی ہدایت جو مل چکی تھی۔ لیکن یہ قطعاً معلوم نہیں تھا کہ سفرنامہ کتابی شکل میں بھی شائع ہوگا۔ اور یہ بات تو گمان میں بھی نہیں تھی کہ اس سفرنامے کی ''دو باتیں'' لکھنے کے لیے بھی ایم آئی ایس والے مجھ سے کہیں گے۔

جب مجھے یہ بات معلوم نہیں تھی تو پھر آپ کو کیسے معلوم ہو سکتی تھی؟ لیکن اب جب کہ عمرے کا سفرنامہ آپ کے ہاتھوں میں ہے تو ان سب باتوں پر سر دھننا ہی پڑے گا۔ لہٰذا آپ بھی شوق سے سر دھن لیں۔ آپ کو دعوتِ عام ہے۔ اب آپ کہیں یہ نہ کہہ دیجیے گا کہ لو اور سنو! دعوت بھی دی تو کس چیز کی؟

عمرے کا سفرنامہ کتابی شکل میں آپ سبھی کے لیے ایک مفید ترین کتاب ثابت ہوگی۔ ''بچوں کا اسلام'' میں اس کی قسط وار اشاعت کے دوران ایک خاص کمی رہ گئی تھی، اور وہ یہ کہ ہر مقام کی تصویر ساتھ ساتھ شائع نہیں کی گئی تھی۔ کتابی شکل میں ادارے کو یہ سہولت حاصل تھی، لہٰذا تمام مقامات کی رنگین اور دیدہ زیب تصاویر نے اس کی افادیت اور حسن کو چار چاند لگا دیے ہیں۔ یہ چار چاند آپ کو مبارک ہوں۔

مطالعہ کرتے ہوئے اکثر قارئین نے برملا یہ اظہار کیا تھا کہ سفرنامہ پڑھتے وقت یہ محسوس کرتے ہیں کہ گویا ہم بھی ان مقاماتِ مقدسہ میں آپ کے ساتھ ساتھ رہے ہوں۔

M Safdar Urdufanz.com

کتاب چوں کہ قسط وار نہیں ہے، لہٰذا اب یہ احساس اور بھی قوی ہو جائے گا۔ اور آپ ایک نیا لطف محسوس کریں گے۔

امید ہے کہ ایم آئی ایس کی یہ پیش کش آپ کو بہت کچھ دے جائے گی۔ اور آپ اس کتاب کو پڑھ کر یوں محسوس کریں گے، گویا ایک خزانہ آپ کے ہاتھ لگ گیا ہے۔ علم تو ہوتا ہی ایک خزانہ ہے۔ لیجیے کتاب کے ساتھ باتوں باتوں میں، میں نے خزانہ بھی آپ کے حوالے کر دیا۔ آخر آپ اور چاہتے کیا ہیں؟

والسلام

اشتیاق احمد

عمرہ کا سفرنامہ

فون کی گھنٹی بجی۔ آواز مولانا محمد اسماعیل ریحان کی تھی۔ چہکتی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے:

''آپ کے لیے ایک بہت بڑی خوش خبری ہے۔''

میرے منہ سے فوراً نکل گیا:

''غالباً آپ مجھے 'عمرے' کی خوش خبری سنانا چاہتے ہیں۔''

''ہائیں! آپ نے کیسے جان لیا؟'' مولانا محمد اسماعیل ریحان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا... غالباً اُن کا منہ کھلا کا کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ گئی تھیں۔

''ایسے کہ یہ ذکر کچھ مدت پہلے میرے سامنے آچکا ہے... مجھے بتا دیا گیا تھا کہ آئندہ سال آپ کو عمرے پر بھیجنے کا ارادہ ہے...''

''بس تو پھر تیاری کریں... ہمارے ادارے سے کچھ ساتھی روانہ ہو رہے ہیں۔ آپ ان کے ساتھ جانا پسند کریں گے یا اکیلے جائیں گے۔''

''سب کے ساتھ جانا پسند کروں گا... سب کے ساتھ خوب لطف رہے گا۔''

''اچھی بات ہے... میں انھیں بتا دیتا ہوں۔''

اس طرح میں نے عمرے کے سفر کی تیاری شروع کر دی۔ سب سے پہلا مرحلہ

M Safdar Urdufanz.com

پاسپورٹ بنوانے کا تھا۔ پاسپورٹ بنوانے کے لیے گیا تو سرکاری دفاتر میں انسانوں کے ساتھ جو سلوک ہوتا ہے، اس کا اندازہ ہوا... اس سلسلے میں پہلے ہی کالم لکھ چکا ہوں... یہ کالم روزنامہ اسلام میں شائع ہو چکا ہے، لہٰذا اس واقعے کو دہرانے کی کوئی ضرورت نہیں... بس یہ لکھ دینا کافی ہے کہ جیسے تیسے کر کے، بلکہ خدا خدا کر کے پاسپورٹ صاحب کی صورت نظر آئی۔ ادھر کراچی سے فون آ چکا تھا کہ جونہی پاسپورٹ بنے، ادھر بھیج دیں... یہی کیا... اب مسئلہ تھا ویزا لگوانے کا... یہ سارا کام کراچی والوں کا تھا... اور میرا کام رہ گیا تھا صرف انتظار کرنے کا... دوسری طرف میری کوشش تھی کہ 4 شمارے مزید ایڈوانس تیار کر دوں گا تاکہ جب عمرے سے واپس لوٹوں تو شمارے معمول کے مطابق ایڈوانس ہوں، ورنہ کام کا ایک پہاڑ گردن پر ہوگا... اور مجھ جیسے دبلے پتلے سے آدمی سے بھلا پہاڑ کہاں اٹھتا ہے... ایسا کرنے سے تو پہاڑے یاد آتے ہیں۔

یہاں بھی سرکاری ادارہ آڑے آیا... باقی سب حضرات نے اپنے پاسپورٹ ویزے کے لیے پہلے ہی جمع کرا دیے تھے اور میرا پاسپورٹ لیٹ بنا تھا، اس لیے بعد میں جمع کرایا گیا تھا، نتیجہ یہ کہ باقی سب کا ویزا لگ گیا... میرا رہ گیا... اب وہ سب میرے انتظار میں کب تک رکے رہتے... سو جناب سب کی سیٹیں بک ہو گئیں اور وہ مکہ معظمہ سدھار گئے۔

مجھے جب یہ خبر ملی تو میرے تو گویا پیروں تلے زمین نکل گئی... جس بات سے میں گھبراتا تھا... وہی سامنے آئی... یعنی اب مجھے تنہا یہ سفر کرنا تھا... اور میں تنہا سفر کرنے سے بہت گھبراتا ہوں۔ ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے۔ چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگی... لیکن مرتا کیا نہ کرتا، جانا تو تھا۔

آخر 13 ستمبر کو اطلاع ملی کہ ویزا لگ گیا ہے اور آپ کی پندرہ تاریخ کو روانگی ہے۔ میں نے گھر والوں کو الوداع کہا اور لاہور پہنچ گیا۔ وہاں سے جہاز میں بیٹھا اور کراچی

پہنچا... کراچی دفتر سے اپنا پاسپورٹ اور ٹکٹ وصول کیا... ساتھ ہی ان سے کہا:

''مہربانی فرما کر آپ میری روانگی کی اطلاع ان ساتھیوں کو دے دیں... جو مجھ سے پہلے جا چکے ہیں... اور ان میں سے ایک دو کے فون نمبر بھی لکھوا دیں... خدانخواستہ مجھے لینے کے لیے کوئی نہ آیا تو فون تو کر سکوں گا۔''

انتظامیہ کے ذمے دار صاحب نے اطمینان دلایا کہ آپ کی آمد کے بارے میں ادھر فون کر دیا گیا ہے اور آپ کو لینے کے لیے گاڑی جدہ ایئر پورٹ پر موجود ہوگی... یہ سن کر میں نے اطمینان کا سانس لیا... اس رات میں کراچی میں قاری عبدالرحمن صاحب کا مہمان تھا... بلکہ اس رات کیا میں تو جب بھی کراچی جاتا ہوں انہی کے ہاں ٹھہرتا ہوں... لیکن وہ اس روز گھر پر نہیں تھے... البتہ فون پر انھوں نے مجھ سے برابر رابطہ رکھا... میں نے ان سے بھی کہا: ''قاری صاحب! میں بہت پریشان ہوں... تنہا سفر کرنا پڑ رہا ہے۔''

جواب میں انھوں نے کہا:

''فکر نہ کریں... آپ کی آمد کی اطلاع ان صاحب نے یقیناً ادھر کر دی ہوگی... ان شاءاللہ امید ہے آپ کو کوئی پریشانی نہیں ہوگی۔''

قاری عبدالرحمن کے ساتھی محترم خالد عمران صاحب نے ادارے کی گاڑی میں ایئر پورٹ تک پہنچایا... انھیں الوداع کہا اور ایئر پورٹ کے اندرونی حصے میں چلا آیا... یہاں بورڈنگ کارڈ لینے کے لیے ایک لمبی لائن میں لگنا پڑا... بورڈنگ کارڈ ملا تو پاسپورٹ چیکنگ کے لیے لائن میں لگ گیا... اس چیکنگ سے نجات ملی تو لاؤنج میں آ کر بیٹھ گیا... اب جہاز پر سوار ہونے سے پہلے احرام باندھنا تھا، وہاں کئی حضرات احرام باندھے نظر آئے۔ میں نے بھی بیگ سے احرام کی چادریں نکالیں اور غسل خانے میں جا کر دونوں چادریں باندھ لیں۔ احرام کفن سے مشابہ ہے۔ گویا ہمیں یاد دلاتا ہے کہ ایک

M Safdar Urdufanz.com

دن یہ لباس پہن کر اس دنیا سے رخصت ہونا ہے۔

جہاز کا وقت دس بج کر 20 منٹ پر تھا۔ اس وقت سے تقریباً آدھ گھنٹا پہلے مسافروں سے کہا گیا کہ جہاز پر چلیں... سب لوگ قطار کی صورت میں اندر کا رخ کرنے لگے... جہاز کے دروازے پر پھر سامان کی تلاشی لی گئی... اور آخر میں جہاز میں اپنی سیٹ پر براجمان ہو گیا۔ اس دوران قاری عبدالرحمن صاحب کئی بار فون کر کے مجھ سے لمحہ بہ لمحہ کی رپورٹ لیتے رہے۔ آخری مرتبہ جہاز پر بیٹھنے کے بعد بھی ان کا فون آیا اور میں نے ایک مرتبہ پھر اس خدشے کا اظہار کیا کہ وہاں پہنچ کر پریشانی نہ ہو لیکن انھوں نے مجھے یقین دلایا ان شاء اللہ ایسا نہیں ہوگا۔

ساتھ والی سیٹ پر جو صاحب بیٹھے ہوئے تھے۔ انھوں نے بھی احرام باندھ رکھا تھا... میں نے ان سے مصافحہ کیا اور مسکراہٹ کا تحفہ انھیں دیا۔ جواب میں مجھے بھی یہ تحفہ مل گیا۔

جہاز روانہ ہوا تو ہم نے عمرے کی نیت ان الفاظ میں کر لی:

''اے اللہ میں تیری رضا کے لیے عمرے کی نیت کرتا ہوں تو اس کو میرے لیے آسان بنا دے اور قبول فرما لے۔''

یہ نیت کرنے کے فوراً بعد تین بار تلبیہ پڑھا۔ تلبیہ یہ ہے:

''لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ لَبَّیْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ لَبَّیْکَ اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ لَا شَرِیْکَ لَکَ۔''

اس کا ترجمہ یہ ہے: ''اے اللہ میں حاضر ہوں، میں حاضر ہوں، تیرا کوئی شریک نہیں، میں حاضر ہوں۔ بے شک حمد تیرے ہی لائق ہے۔ ساری نعمتیں تیری ہی دی ہوئی ہیں، بادشاہی تیرے ہی لیے ہے اور تیرا کوئی شریک نہیں۔''

نیت کی حد تک اسے تین بار پڑھ لیا۔ اس کے بعد بھی تلبیہ پڑھتا رہا۔ جہاز اپنی منزل کی طرف رواں دواں تھا۔

یہ سفر چار گھنٹے کا تھا۔ جہاز سعودی ایئر لائنز کا تھا... جہاز میں ان حضرات نے کھانے کی ایسی چیزیں پیش کیں جو میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھیں تھیں... جس چیز کو بھی چکھا... لقمہ باہر کی طرف سفر کرتا محسوس ہوا... لہٰذا ٹرے پر سے ہاتھ اٹھا لیا اور ہونقوں کی طرح دوسروں کو کھاتے دیکھتا رہا۔ غالباً دل ہی دل میں ان سے کہہ رہا تھا۔

''حیرت ہے... آپ یہ سب اتنے شوق سے کھا رہے ہیں۔''

خدا خدا کر کے چار گھنٹے کا یہ سفر تمام ہوا۔ سفر میں بہت ہلکا پھلکا سا سامان ساتھ رکھنے کا عادی ہوں، لہٰذا میرے پاس صرف دو بیگ تھے۔ ایک آٹھ سات کلو کا اور دوسرا ہینڈ بیگ تھا۔ اس کا وزن صرف دو کلو کے برابر ہوگا...

اور پھر اعلان ہوا... جہاز جدہ ایئر پورٹ پر اترنے والا ہے... تمام مسافر اترنے کے لیے تیار نظر آنے لگے... آخر جہاز زمین پر اتر گیا اور تیز دوڑنے لگا... پھر آہستہ ہوتے ہوئے رک گیا... میں نے اوپر سے بڑا بیگ اتار لیا... چھوٹا کندھے سے لٹکا لیا۔ احرام کی چادریں کس لیں... تلبیہ پڑھنے لگا... جونہی جہاز کا دروازہ کھولا گیا... مسافر اترنے لگے... میں بھی اترا... ایک بار پھر پاسپورٹ چیکنگ کے لیے لائن میں لگنا پڑا... ان سے فارغ ہوا تو باہر نکلنے کے راستے پر چل پڑا... مجھے پوری امید تھی... ساتھی لینے کے لیے آئے ہوئے ہوں گے... باہر نکلا... بہت سی گاڑیاں، بسیں اور کاریں کھڑی نظر آئیں... آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر ہر طرف دیکھا... کوئی شناسا چہرہ نظر نہ آیا... کسی نے استقبالیہ انداز میں ہاتھ ہلا کر مجھے اپنی طرف متوجہ نہ کیا...

اب تو مارے پریشانی کے برا حال ہو گیا...

M Safdar Urdufanz.com

میں نے پریشانی کے عالم میں دائیں بائیں دور دور تک دیکھا... کوئی شناسا انسان نظر نہ آیا۔ اتنے میں ایک نوجوان، دبلا پتلا سا آدمی میری طرف لپکا۔ اس نے عربی میں پوچھا:

''عمرے کے لیے آئے ہیں؟''

میں نے ہاں میں سر ہلا دیا...

''پاسپورٹ۔''

گویا وہ مجھ سے پاسپورٹ مانگ رہا تھا... اس وقت تک اور مسافر بھی وہاں آ چکے تھے۔ ان سے بھی پوچھا جا رہا تھا اور پاسپورٹ لیے جا رہے تھے، چنانچہ میں نے اپنا پاسپورٹ اسے دے دیا... تاہم دل میں ڈر رہا تھا... کہیں یہ میرا پاسپورٹ ہی نہ غائب کر دیں۔ بہت سے مسافر جمع ہو گئے تو انھیں الگ الگ گاڑیوں میں بٹھایا جانے لگا... اس کام میں ایک گھنٹا لگ گیا۔ گرمی بھی شدید تھی۔ احرام کے نیچے پسینے بہہ رہے تھے... اور میری پریشانی یہ تھی کہ مجھے کوئی لینے کے لیے نہیں آیا تھا... میں اپنے ساتھیوں تک کیسے پہنچوں گا... یہ پریشانی بڑھتی جا رہی تھی۔ میرے پاس دو ساتھیوں کے فون نمبرز موجود تھے۔ بس ان نمبروں کی وجہ سے کسی قدر حوصلہ تھا... لیکن مسئلہ یہ تھا کہ پاکستانی سم میرے موبائل میں تھی اور وہاں کام نہیں آ سکتی تھی... فون کرنے کے لیے ضروری تھا کہ پہلے مقامی سم خریدی جائے۔ سم مکہ معظمہ جا کر ہی خریدی جا سکتی تھی۔ خیر میں نے سوچا، کسی PCO سے فون کر لوں گا۔

خدا خدا کر کے ہم مکہ پہنچے۔ اب یہاں ایک نیا مسئلہ سامنے آیا۔ ڈرائیور نے کہا:

''اپنے اپنے واؤچر دے دیں۔''

''واؤچر؟'' میں نے دل ہی دل میں حیران ہو کر کہا۔

سب لوگ اپنے اپنے واؤچر نکالنے لگے۔ لیکن میرے پاس تو کوئی واؤچر نہیں تھا... پاکستان میں دراصل یہ سارے کام ایجنٹوں کے ذریعے ہوتے ہیں، حج اور عمرہ کرانے والی ایجنسیاں سارے کام کراتی ہیں... مکہ اور مدینہ میں ہوٹل بھی وہی بک کراتی ہیں... ان ہوٹلوں میں داخلے کے لیے واؤچر بنا کر دیتی ہیں۔ ان واؤچروں کے ذریعے لوگ اپنے اپنے ہوٹل میں پہنچتے ہیں لیکن میرے پاس واؤچر نہیں تھا، جن صاحب نے یہ سارے کام کرائے تھے۔ انھوں نے ایجنٹ سے میرا واؤچر نہیں لیا تھا... واؤچر بنوایا ہوتا تو وہ مجھے خود بخود اس ہوٹل تک پہنچاتے جس میں میرے ساتھی ٹھہرے ہوئے تھے۔ میں نے ڈرائیور سے کہا:

''میرے پاس واؤچر نہیں ہے... میرا واؤچر میرے ساتھیوں کے پاس رہ گیا ہے... میرے پاس ان کے فون نمبرز ہیں۔ آپ مجھے اپنے موبائل سے ایک فون کرنے دیں۔ ان کے ہوٹل کا نام معلوم ہو جائے گا۔''

اس نے میری بات کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور دوسرے پاسپورٹوں کے ساتھ میرا پاسپورٹ بھی اس شخص کو دے کر چلا گیا جسے لوگوں کو ہوٹلوں تک پہنچانا تھا... وہ واؤچر دیکھ دیکھ کر لوگوں کو ہوٹلوں تک لے جانے لگا... میں ساتھ ساتھ چلتا رہا... بے چینی اور پریشانی مسلسل بڑھ رہی تھی... آخر اس نے سب کو ہوٹلوں میں پہنچا دیا۔ آخر میں اس کے ہاتھ میں میرا پاسپورٹ رہ گیا۔

''اب آپ کا کیا کیا جائے؟''

''میرے پاس میرے ساتھیوں کے فون نمبر ہیں۔

مہربانی فرما کر اپنے موبائل سے مجھے فون کرنے دیں... آپ کال کے پیسے لے لیں۔''

M Safdar Urdufanz.com

اسے کچھ ترس آ گیا۔ اس نے نمبر ملایا، پھر بولا۔

''فون بند ہے، عصر کا وقت ہے... وہ نماز کے لیے جا چکے ہوں گے... آپ ایسا کریں... اپنا سامان یہاں رکھ دیں... پاسپورٹ میں آپ کو دے دیتا ہوں... آپ واؤچر لا کر دکھا دیں گے تو آپ کو سامان دے دیں گے۔''

میں نے سوچا، چلو، یہ پاسپورٹ تو دے رہا ہے، سامان کی خیر ہے۔ پاسپورٹ اس سے لیا، اپنا بیگ وہیں چھوڑا اور نکل کھڑا ہوا۔ اب میں نے پی سی او کی تلاش شروع کی۔ پوچھنا پڑا کہ یہاں آس پاس کوئی پی سی او ہے۔ ایک صاحب نے اشارے سے بتایا کہ اس طرف ہے... میں وہاں گیا۔ پی سی او بند تھا۔

اب میں نے ایک صاحب کو روکا۔ ان سے درخواست کی کہ مجھے ایک فون اپنے موبائل سے کرنے دیں۔ کال کے پیسے دے دیتا ہوں۔ اس نے جیسے سنا ہی نہیں، آگے بڑھ گیا۔ یہ درخواست میں نے تین چار اور آدمیوں سے کی۔ ایک نے فون کرنے کی کوشش کی... لیکن انکار میں سر ہلا کر آگے بڑھ گیا۔ یعنی فون نہیں ہو رہا تھا۔

اب میں نے کسی اور پی سو او کی تلاش شروع کی۔ کچھ فاصلے پر پی سی او مل گیا۔ میں نے وہاں بیٹھے شخص کو نمبر دکھایا اور کہا، یہ نمبر ملا دیں۔ اس نے کہا۔

''سامنے بوتھ میں جا کر فون کر لیں۔''

میں بوتھ میں گیا۔ نمبر ملانا شروع کیا... لیکن نہ ملا۔ بار بار کوشش کرتا رہا، لیکن دونوں نمبر بند تھے۔ اب تو پریشانی اور بڑھ گئی۔ ادھر احرام بار بار نیچے سرک آتا تھا۔

بہت دیر تک کوشش کرنے کے بعد بھی جب فون نہ ملا تو میں تنگ آ کر باہر نکل آیا۔ فٹ پاتھ پر پریشانی کے عالم میں کھڑا رہا... پھر سوچا... چلو کوئی اور فون بوتھ تلاش کرتا ہوں... یہ سوچ کر نکل کھڑا ہوا... یہ بھی بتا دوں کہ یہ ساری کارروائی حرم کے آس

پاس جاری تھی... کافی دیر کی تلاش کے بعد ایک اور پی سی او نظر آیا... میں اس میں داخل ہوا۔ کاؤنٹر پر بیٹھے شخص کو بتایا کہ مجھے فون کرنا ہے۔ اس نے ایک بوتھ کی طرف اشارہ کر دیا۔ اب میں اس بوتھ میں داخل ہوا... اللہ کو یاد کیا، بسم اللہ پڑھی اور فون ملانے لگا۔ اللہ کی قدرت کہ دوسری طرف گھنٹی سنائی دینے لگی... اب ڈر لگ رہا تھا کہ کہیں وہ فون سنیں ہی نہ... لیکن جلد ہی آواز آئی۔

''السلام علیکم۔''

آواز ہمارے ساتھیوں میں سے سب سے محترم ساتھی حضرت مفتی صاحب مدظلہٗ کی تھی... وہ ساتھیوں میں سب سے بڑے ہیں اور ہیں بھی مفتی... گویا اس گروہ کے وہی امیر تھے... میں اس پورے سفرنامے میں ان کا ذکر مفتی صاحب کہہ کر ہی کروں گا... ان کی آواز سنتے ہی جیسے میرا سیروں خون بڑھ گیا... میرے منہ سے نکلا:

''مفتی صاحب! اللہ کے لیے مجھے اس مصیبت سے نکالیے... اشتیاق احمد بات کر رہا ہوں۔''

کیا ہوا اشتیاق صاحب؟'' دوسری طرف سے حیران ہو کر کہا گیا۔

''میں تو نہ جانے کب سے ادھر اُدھر بھٹک رہا ہوں... آپ پہلے یہ بتائیے... آپ لوگ کہاں ہیں؟... میں کہاں آؤں؟''

''آپ باب العمرہ پر آ جائیں... میں ساتھی کو بھیج دیتا ہوں۔''

''جی اچھا... شکریہ۔''

اب جان میں جان آئی... سوکھے کھیتوں پر پانی پڑ گیا... دم میں دم آیا۔ سانس بحال ہوا... احرام کو سنبھالتا بوتھ سے باہر نکلا، فون کا بل ادا کیا... (کراچی ایئر پورٹ سے روانہ ہوتے وقت میں نے کچھ پاکستانی نوٹوں کے ریال خرید لیے تھے) بل ادا

M Safdar Urdufanz.com

کر کے میں باب العمرہ کی تلاش میں نکلا۔ پوچھتے پوچھتے اور تیز تیز چلتے ہوئے آخر وہاں پہنچ گیا... میں نے ادھر اُدھر دیکھا... کوئی شناسا چہرہ نظر نہ آیا... میں نے سوچا... مفتی صاحب نے ساتھی کو بھیج دیا ہوگا... وہ آ رہے ہوں گے... باب العمرہ کے سامنے ہی لکڑی کی سیڑھیاں ہیں... اچانک اس پر سے دبلے پتلے سے ایک نوجوان آتے نظر آئے... ان کا چہرہ شناسا نظر آیا۔ دل زور سے دھڑکا کہ ضرور یہی ہیں وہ نجات دہندہ، جن کا مجھے انتظار تھا... اور یوں لگ رہا تھا جیسے مجھے صدیوں سے ان کا انتظار تھا... وہ صاحب بہت جلدی جلدی سیڑھیاں اتر رہے تھے اور مجھے محسوس ہو رہا تھا... بہت سست روی کا مظاہرہ کر رہے ہیں... دراصل میں تو چاہتا تھا، وہ اڑ کر میرے پاس آ جائیں... کیونکہ میں ڈر بھی رہا تھا کہ کہیں یہ وہ نہ ہوں...

اللہ اللہ کر کے وہ میرے نزدیک آ گئے... مسکرائے اور پھر میرے گلے سے لگ گئے۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام... مجھے اسامہ کہتے ہیں۔''

اس دبلے پتلے نوجوان کی آنکھوں پر عینک تھی... گرم جوشی سے علیک سلیک کے بعد وہ مجھے اپنے ساتھ لے چلے... مجھے ساتھ لیے بالکل سامنے ہی قرطبہ ہوٹل میں داخل ہوئے۔ لفٹ میں سوار ہو کر ہم پانچویں منزل پر پہنچے... پھر جونہی کمرے میں داخل ہوئے، میری نظر مفتی صاحب پر پڑی... ان کے ساتھ ان کے قریبی ساتھی مولانا بشیر صاحب تھے... دونوں فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، میں ان کی طرف لپکا... ہم یوں ملے جیسے برسوں کے بچھڑے ملے ہوں... ساتھ ہی میں نے شکایت آمیز لہجے میں کہا:

''میں اس واقعے پر دو باتیں لکھوں گا... ان صاحب کی وجہ سے مجھے بہت پریشانی ہوئی ہے... مجھے بتایا گیا تھا کہ جدہ ائیر پورٹ پر ساتھی آپ کو لینے کے لیے آ جائیں گے...''

''ہمیں آپ کا فون ملنے پر پتا چلا کہ آپ آ چکے ہیں... کراچی سے کوئی اطلاع موصول نہیں ہوئی... خیر آپ بیٹھیں... ان سے بات کریں گے۔''

مولانا بشیر صاحب بھی نہایت گرم جوشی سے ملے... پھر ہم بیٹھ گئے... میں بھوکا بھی تھا اور پیاسا بھی... اور احرام کو بھی بار بار سنبھالنا پڑ رہا تھا... ایسے میں مفتی صاحب نے کہا:

''کھانا تو آپ نے ابھی نہیں کھایا ہوگا؟''

''کہاں جی... میں نے تو پریشانی کے عالم میں پانی تک نہیں پیا... بس آپ کو فون کرنے کی کوشش میں لگا رہا ہوں۔''

انھوں نے اسامہ صاحب سے کھانا لانے کے لیے کہا اور میں انھیں اپنی اب تک کی دکھ بھری روداد سناتا رہا جلد ہی کھانا آ گیا... دو چار لقمے ہی کھائے ہوں گے کہ مجھے اپنے سامان کا خیال آ گیا۔

''ارے ہاں... میرا تو سامان بھی اس ہوٹل میں رکھ لیا گیا ہے۔''

''کوئی بات نہیں... آپ اطمینان سے کھانا کھائیں... اس کے بعد آپ کا سامان لے آئیں گے۔ پھر آپ عمرہ کر لیجیے گا۔'' مفتی صاحب نے شفقت بھرے لہجے میں کہا۔ ان کی آواز میں بہت مٹھاس ہے... آدمی سنتا ہے تو جھوم جاتا ہے... اور میں تو اس وقت کچھ زیادہ ہی جھوم رہا تھا... مصیبت کے بعد جب راحت نصیب ہوتی ہے تو آدمی جھومتا ہی ہے۔

کھانے کے بعد مفتی صاحب نے اسامہ سے کہا۔

''آپ ان کے ساتھ چلے جائیں... ہوٹل والوں کا جو مطالبہ ہے... وہ ادا کر کے سامان لے آئیں۔''

''اچھا... آیئے چلیں۔'' اسامہ صاحب نے فوراً کہا:

M Safdar Urdufanz.com

ہم دونوں ہوٹل سے باہر نکلے... تو میرا دماغ گھوم گیا... اب مجھے کچھ یاد نہیں تھا کہ وہ ہوٹل کس طرف ہے اور اس کا کیا نام ہے۔

میں نے بے چارگی سے اسامہ کی طرف دیکھا۔

"مجھے نہیں معلوم... وہ ہوٹل کس طرف ہے... اور اس کا نام کیا ہے... البتہ انھوں نے اپنا کارڈ مجھے دیا تھا..."

یہ کہتے ہی میں نے دستی بیگ کی چیزیں نکال لیں... ان میں کارڈ دیکھا، مل گیا، اللہ کا شکر ادا کیا... اسامہ نے ہوٹل کا نام پڑھ لیا... انھیں بھی معلوم نہیں تھا کہ وہ ہوٹل کس طرف ہے... اب انھوں نے اس کا فون نمبر ملایا... ان سے پوچھا، آپ کا ہوٹل کس طرف ہے... انھوں نے پتا وغیرہ بتایا... اس کے مطابق ہم چل پڑے... لیکن اس سمت میں ہوٹل نہ ملا... پھر انھیں فون کیا، انھوں نے پھر اتا پتا بتایا... پھر ان کی بتائی ہوئی سمت میں چلے، لیکن ہوٹل پھر بھی نہ ملا... ایسے میں مجھے ایک بات یاد آ گئی... میں نے گھبراہٹ کے عالم میں اسامہ سے کہا:

"بھائی اسامہ! میری تو ساری نقدی بھی اسی بیگ میں ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے پریشانی کے عالم میں نکلا... پھر وہ بولے:

"خیر! آپ فکر نہ کریں... نقدی کہیں نہیں جاتی..."

اب انھوں نے تیسری مرتبہ ہوٹل والوں کو فون کیا... پھر اس سمت میں چلے... اس مرتبہ ہم لوگوں سے بھی پوچھتے رہے... ہر کوئی اپنے خیال کے مطابق سمت بتاتا رہا... میری بے چینی بڑھتی جا رہی تھی۔ تاہم اب اتنا اطمینان تھا کہ ساتھی مل گئے ہیں... بیگ نہ ملا تو بھی کچھ نہ کچھ ہو جائے گا...

پھر آخر ہوٹل مل گیا... میرے منہ سے بے ساختہ نکلا۔

"یہی ہے۔"

اب ہم اندر داخل ہوئے... کاؤنٹر پر ایک نوجوان موجود تھا۔ اسامہ عربی اچھی طرح جانتے ہیں، اس لیے کہ جدہ میں پیدا ہوئے تھے... انھوں نے کاؤنٹر والے سے عربی میں بات چیت کی... ہوٹل کا کارڈ انھیں دکھایا کہ یہ کارڈ ہمیں دیا گیا تھا... اور یہ کہ اب یہ اپنے ہوٹل تک پہنچ گئے ہیں، لہٰذا ان کا سامان دے دیں... جو آپ کا مطالبہ ہے، وہ ہم پورا کیے دیتے ہیں۔ اس نے اشارہ سے بتایا:

"وہ اس طرف مسافروں کے بیگ پڑے ہیں... ان میں سے اپنا بیگ تلاش کر لیں... میں نے نظریں دوڑائیں... بیگوں کا ایک بڑا سا ڈھیر نظر آیا تو دل بیٹھنے لگا... اتنے بڑے ڈھیر میں پتا نہیں بیگ ملتا بھی ہے یا نہیں... لیکن پھر اچانک ہی بیگ نظر آ گیا... میں نے ایک بار پھر اللہ کا شکر ادا کیا... بیگ اٹھا کر اس کے سامنے لے آیا... تاکہ وہ اطمینان کرنا چاہے تو کر لے... لیکن اس نے بیگ لے جانے کی ویسے ہی اجازت دے دی... اس کا شکریہ ادا کیا اور بیگ اٹھا کر باہر آ گئے... اس وقت میں نے اسامہ سے کہا۔

"بھائی اسامہ... میں ذرا بیگ کھول کر نقدی کا اطمینان کر لوں۔"

"ہاں! کر لیں۔"

بیگ کھول کر اندر کا جائزہ لیا... الحمد اللہ! نقدی موجود تھی... تب کہیں جا کر میں نے اطمینان کا سانس لیا۔ اب ہم ہوٹل آئے... میں نے مفتی صاحب کی طرف مسکرا کر دیکھا...

وہ بھی جواب میں مسکرائے... اور بولے:

"سامان مل گیا؟"

"جی ہاں! اللہ کا شکر ہے۔"

M Safdar Urdufanz.com

''کیا خیال ہے... آپ بہت تھک گئے ہوں گے... پہلے کچھ دیر آرام کرلیں... پھر عمرہ کرلیجیے گا۔'' مفتی صاحب پُر شفقت لہجے میں بولے۔

''جی نہیں!... تھکن تو آپ لوگوں کے پاس پہنچتے ہی ہوا ہوگئی ہے... دور دور تک محسوس نہیں ہو رہی۔ لہٰذا اسی وقت عمرہ کرلیتا ہوں۔''

''جیسے آپ کی مرضی... اسامہ! ان کے ساتھ چلے جائیں... انھیں عمرہ کرادیں۔''

''جی اچھا۔''

ہم دونوں ہوٹل سے باہر آئے۔ ہوٹل کا نام قرطبہ ہوٹل تھا... باب المدینہ کے بالکل سامنے واقع ہے... حرم کے اور اس کے درمیان میں صرف سڑک ہے اور کوئی عمارت یا ہوٹل حائل نہیں ہے... جس کمرے میں مفتی صاحب ٹھہرے ہوئے تھے... اس سے حرم کے مینار اور کافی حصہ بالکل صاف نظر آتا ہے... سڑک پار کرکے ہم حرم میں داخل ہوئے... خانہ کعبہ پر پہلی نظر پڑتے ہی میرے قدم رک گئے.....

دیر تک کھڑا دعا مانگتا رہا، بے چارے اسامہ کو بھی کھڑے رہنا پڑا... لیکن مجبوری تھی... حدیث شریف میں آیا ہے کہ جس کا مفہوم ہے کہ کعبہ شریف پر پہلی نظر پڑتے ہی انسان جو دعا کرتا ہے، قبول ہوتی ہے... لہٰذا اس موقعے کی دعا کو چھوڑ بھی نہیں سکتا تھا... دعا کے بعد ہم آگے بڑھے۔ اب ہمیں طواف کرنا تھا... عمرے کے سلسلے کا سب سے پہلا کام طواف کرنا ہے، طواف کا لغوی مطلب ہے ''کسی چیز کے گرد چکر لگانا''، اصطلاحِ شرعی میں طواف کی نیت کرکے بیت اللہ کے گرد سات چکر لگانے کا نام طواف ہے یعنی ایک طواف سات چکروں کا ہوتا ہے۔

طواف شروع کرنے سے پہلے دائیں کندھے سے کپڑا ہٹانا ہوتا ہے۔ اس عمل کو اضطباع کہتے ہیں۔ میں نے کندھے سے چادر ہٹالی۔ یہاں یہ بات بھی یاد رکھیں کہ بیت

اللہ کے علاوہ کسی بھی چیز یا کسی بھی مقام کا طواف کرنا جائز نہیں... طواف کے لیے نیت شرط ہے... اسامہ نے مجھ سے کہا:

''اب آپ طواف کی نیت کرلیں۔''

میں نے نیت کے الفاظ ادا کیے، جو یہ ہیں:

''اے اللہ! میں تیری رضا حاصل کرنے کے لیے طواف کا ارادہ کرتا ہوں۔ اس کو میرے لیے آسان کردے اور قبول فرما۔''

علماء بتاتے ہیں کہ نیت دل میں بھی کی جاسکتی ہے اور زبان سے بھی۔ کچھ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ جب تک زبان سے نیت نہ کی جائے، نیت نہیں ہوگی، ان کا خیال درست نہیں... البتہ زبان سے کہہ لینا افضل ہے۔

اب ہم حجرِ اسود کے سامنے پہنچے۔ اس کے بالکل سامنے پہنچ کر دونوں ہاتھوں کی ہتھیلیوں کو اس کی طرف اٹھایا جس طرح نماز شروع کرتے وقت تکبیر کہتے ہیں... پھر اس طرح کہا:

''بِسْمِ اللّٰهِ اللّٰهُ اَكْبَرُ، لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ''

اصل طریقہ تو یہ ہے کہ اس تکبیر کے بعد ہاتھ چھوڑ کر حجرِ اسود پر اس طرح رکھے جائیں جیسے سجدے میں رکھے جاتے ہیں اور دونوں ہتھیلیوں کے درمیان میں سر رکھ کر حجرِ اسود کو بوسہ دیا جائے مگر ہجوم کی وجہ سے بوسہ دینا ممکن نہ ہو تو ان الفاظ کے بعد دونوں ہاتھوں کو حجرِ اسود کے سامنے اٹھا کے ہاتھوں کو بوسہ دے لے۔ اس عمل کو حجرِ اسود کا استلام کہتے ہیں۔

بوسہ دینے میں آج کل ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ لوگ عقیدت کی وجہ سے حجرِ اسود پر خوشبو مل دیتے ہیں، چونکہ احرام کی حالت میں خوشبو لگانا منع ہے اس لیے بوسہ دینے سے

M Safdar Urdufanz.com

اس حکم کی خلاف ورزی ہوتی ہے، اس وقت بھی چونکہ بہت ہجوم تھا اور اس کا بھی یقین تھا کہ حجر اسود پر معمول کے مطابق خوشبو لگی ہوگی، اس لیے میں نے دور سے دونوں ہاتھوں کو بوسہ دیا۔

بیت اللہ کے چار کونے ہیں۔ ہر کونے کو "رکن" کہا جاتا ہے۔ پہلا رکن تو حجر اسود والا ہے۔ اس کے علاوہ چوتھا رکن یمانی ہے۔ باقی دو گوشوں کے بارے میں کوئی حکم نہیں ہے۔ طواف کے دوران اللہ کے ذکر اور دعا میں مشغول رہنا چاہیے، کیونکہ طواف کے دوران مانگی گئی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔ اس سلسلے میں کوئی دعا مقرر نہیں ہے... نہ کوئی خاص ذکر مقرر ہے... نہ کوئی ایسی بات ہے کہ فلاں فلاں دعائیں نہ مانگی گئیں تو طواف نہیں ہوگا... جی نہیں... ایسی کوئی بات نہیں... جو دعائیں آتی ہیں، آپ وہ مانگ لیں۔ کوئی سا ذکر بھی کرلیں... میں نے وہاں دیکھا کہ گروہ کے گروہ مخصوص دعائیں کتابوں سے دیکھ دیکھ کر پڑھتے ہیں اور اپنے ساتھیوں سے کہلواتے ہیں، اس اہتمام کی کوئی ضرورت نہیں۔ حجر اسود سے چل کر جب رکن یمانی پر پہنچا جاتا ہے تو وہاں دونوں ہاتھوں سے یا صرف دائیں ہاتھ سے اس کو چھونا سنت ہے۔ اس رکن کو بوسہ دینا یا بائیں ہاتھ سے چھونا سنت کے خلاف ہے۔ ہجوم زیادہ ہو تو ہاتھ لگائے بغیر ایسے ہی گزر جائیں۔

اس وقت بھی چونکہ بہت ہجوم تھا، لہٰذا میں دعا کرتا ہوا رکن یمانی سے گزر گیا۔ حجر اسود پر آکر پھر دونوں ہاتھ اٹھا کر استلام کیا۔ اس طرح دوسرا چکر شروع ہوا۔

اسامہ نے بتایا تھا کہ طواف کے دوران بیت اللہ کی طرف نہیں دیکھا جاتا... نظر سامنے رکھیں، بیت اللہ کو صرف اس وقت دیکھا جائے گا جب حجر اسود کا استلام کیا جائے گا... چنانچہ میں نے نظریں سامنے رکھیں... اس طرح سات چکر پورے کیے۔ طواف کے بعد اسامہ نے مجھے مقام ابراہیم کے پاس لاکر کہا:

"یہاں دو رکعت نماز ادا کرنی ہوتی ہے... ہر طواف کے بعد دو رکعت نماز ادا کرنا واجب ہے۔ یہ دو رکعتیں اس طرح ادا کی جاتی ہیں کہ آپ کے اور بیت اللہ کے درمیان مقام ابراہیم آجائے، لیکن ہجوم زیادہ ہو تو جہاں جگہ ملے، ادا کریں...

چنانچہ ہم نے دو رکعت ادا کیں۔ اگر مکروہ وقت ہو تو یہ دو رکعت اس وقت نہیں پڑھنی چاہییں البتہ طواف مکروہ اوقات میں بھی جاری رہتا ہے۔ اس جگہ یہ بھی خیال رہے کہ یہ دو رکعت مختصر ہوں... دعا بھی زیادہ لمبی نہ ہو تاکہ دوسروں کو جگہ مل سکے۔ طویل دعا وہاں سے ہٹ کر کسی جگہ مانگ لیں۔ یہ دو رکعت طواف ختم ہوتے ہی پڑھ لینی چاہییں... اس میں دیر نہیں کرنی چاہیے۔

دو رکعت ادا کرکے ہم ملتزم پر آئے... یہ بیت اللہ کا وہ حصہ ہے جو حجر اسود اور بیت اللہ کے دروازے کے درمیان ہے۔ اس مقام پر خاص طور پر دعا قبول ہوتی ہے اور سنت طریقہ یہی ہے کہ طواف سے فارغ ہو کر ملتزم پر آئے۔ اس کی دیوار پر اپنے دونوں ہاتھ سر سے بلند کرکے رکھے، اپنا سینہ بھی دیوار سے لگا دے۔ رخسار کو بھی دیوار پر رکھے اور خوب گڑگڑا کر دعا کرے۔ یہ دعا کبھی رد نہیں ہوتی۔ لیکن ہجوم زیادہ ہو تو دوسروں کو تکلیف نہ دیں... آپ کے لیے ایسا کرنا مشکل ہو تو دوسروں کو دھکے نہ دیں... ملتزم پر دعا سے فارغ ہو کر ہم آب زمزم کے کنویں پر آئے... وہاں آب زم زم پیا... سنت یہ ہے کہ بیت اللہ کی طرف رخ کرکے زم زم کا پانی تین سانس میں پیئں۔ شروع میں بسم اللہ اور آخر میں الحمد اللہ کہیں۔ زم زم کے پانی سے غسل اور وضو کرنا اچھا نہیں مگر بے وضو کو مجبوراً وضو کرنا جائز ہے۔ استنجا کرنا، یا بدن کی ناپاکی زم زم سے دور کرنا جائز نہیں۔

اب مرحلہ تھا سعی کرنے کا... اسامہ نے میرا ہاتھ پکڑا اور لے چلے صفا پہاڑی کی طرف...

M Safdar Urdufanz.com

صفا اور مروہ دو پہاڑیاں ہیں۔ یہ مسجدِ حرام کے قریب ہی ہیں۔ ''سعی'' کا مطلب ہے دوڑنا۔ شرعاً صفا اور مروہ کے درمیان خاص طریقے سے سات چکر لگانے کو ''سعی'' کہتے ہیں اور دراصل یہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی والدہ حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے اس خاص عمل کی یادگار ہے جب انھوں نے پانی کی تلاش میں دوڑ لگائی تھی... ان دونوں پہاڑیوں کے درمیان اس وقت نشیبی جگہ تھی... لہٰذا جب وہ دوڑتے ہوئے نشیب میں آتی تھیں تو حضرت اسمٰعیل علیہ السلام نظروں سے اوجھل ہو جاتے تھے، اس وقت ماں کا دل بے چین ہو جاتا تھا، لہٰذا اس نشیبی حصے کو جلدی سے عبور کرنے کے لیے وہ دوڑ پڑتی تھیں... اللہ تعالیٰ کو ان کی یہ ادا اس قدر بھائی کہ قیامت تک آنے والے مسلمانوں کو حکم ہو گیا کہ تم بھی یہ درمیانی فاصلہ دوڑ کر عبور کرو... اب سات چکر لگاتے وقت جب حاجی یا عمرہ کرنے والے حضرات وہاں پہنچتے ہیں تو دوڑنے لگتے ہیں۔ اس فاصلے کی نشان دہی سبز لائٹوں سے کی گئی ہے۔

یہ تو تھا تعارف صفا اور مروہ کا... اسامہ میرا ہاتھ پکڑے صفا پہاڑی پر پہنچے اور میرا منہ خانہ کعبہ کی طرف کرتے ہوئے بولے:

''آپ کو بیت اللہ نظر آ رہا ہے نا؟''

دراصل درمیان میں ستون ہیں... ان ستونوں کے درمیان سے کسی کسی جگہ سے بیت اللہ دکھائی دیتا ہے اور کسی جگہ سے دکھائی نہیں دیتا۔ اس لیے ایسی جگہ کھڑے ہونا پڑتا ہے جہاں سے بیت اللہ نظر آئے، کیونکہ وہاں پہنچ کر بیت اللہ کی طرف دیکھتے ہوئے پہلے سعی کی نیت کی جاتی ہے۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں:

''اے اللہ! میں آپ کی رضا کے لیے صفا اور مروہ کے درمیان سات چکروں کا ارادہ کرتا ہوں۔ اسے میرے لیے آسان بنا دے اور قبول فرما۔''

یہ نیت بھی دل میں کر لینا کافی ہے۔ زبان سے کہہ لے تو افضل ہے۔ اس کے بعد دونوں ہاتھ اٹھائے جاتے ہیں جیسے دعا میں اٹھاتے ہیں، اللہ کی حمد و ثنا اور درود کے بعد دعا کی جاتی ہے۔ یہ مقام بھی قبولیت کا ہے۔ دعا نہایت خشوع اور خضوع سے مانگنی چاہیے، جو جی چاہے، دعا مانگیں۔ چند دعائیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہیں، وہ بھی کتابوں سے یاد کر کے اس موقعے پر پڑھ سکتے ہیں۔

دعا کے بعد میں اسامہ کی طرف مڑا۔ وہ میرا ہاتھ تھامے صفا سے مروہ کی طرف چلے... اب اللہ کا ذکر کرتے ہوئے چلنا تھا۔ سبز ستون آئے تو ہم دوڑنے لگے... (عورتوں کو دوڑنے کی اجازت نہیں) دوسرے سبز ستون آنے پر دوڑنا بند کر دیا اور اللہ کا ذکر کرتے ہوئے آگے چلے... یہاں تک کہ مروہ پر پہنچ گئے۔ مروہ کے اوپر چڑھ کر پھر رخ بیت اللہ کی طرف کیا اور دونوں ہاتھ دعا کے انداز میں اٹھا کر دعا مانگی... اس طرح ایک چکر پورا ہو گیا۔ مروہ سے دوسرا چکر شروع ہوا۔ سبز ستون آنے پر پھر دوڑ شروع ہوئی۔ اس طرح صفا پر پہنچے تو دوسرا چکر پورا ہو گیا... یوں سات چکر پورے کیے۔

سعی سے فارغ ہوئے تو اسامہ اور میں حرم سے باہر آئے۔ اسامہ مجھے ایک حجام کی دکان پر لے گئے... وہاں سر منڈوایا گیا اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ سر منڈواتے ہی اولے نہیں پڑے... سر منڈوانے کے بعد احرام کی پابندیوں سے آدمی آزاد ہو جاتا ہے... اب ہم اپنے ہوٹل آئے، پہلے مفتی صاحب کی خدمت میں پہنچے... انھوں نے دیکھتے ہی پوچھا:

''اشتیاق صاحب! عمرہ کر آئے۔''

میں نے فوراً مسکرا کر کہا:

''جی ہاں! یہ دیکھیے... ٹنڈ بھی کرا آیا۔''

M Safdar Urdufanz.com

ساتھ ہی سر سے ٹوپی اٹھا دی... مفتی صاحب بھی مسکرا دیے...

اب اسامہ مجھے اس کمرے میں لے آئے جو کہ ہمارا تھا... کیونکہ اب مجھے غسل کرنا تھا... کمرے میں ڈاکٹر صادق موجود تھے... یہ جامعۃ الرشید کے ڈاکٹر ہیں... انھیں بھی سب حضرات کے ساتھ ہی آنا تھا، لیکن میری طرح ان کا ویزا بھی تاخیر سے لگا تھا... تاہم مجھ سے چند دن پہلے آ گئے تھے... ایم بی بی ایس ڈاکٹر ہیں... ہم ایک دوسرے سے گرم جوشی سے ملے... یہ اب ڈاکٹر صاحب، میں اور اسامہ اب کمرے کے ساتھی تھے... ہمیں عمرے کے سفر کے یہ دن ایک کمرے میں گزارنے تھے...

شام کے کھانے پر مفتی صاحب نے مجھے بتایا:

''اشتیاق صاحب! ہمارا پروگرام ہر سال اس طرح ہوتا ہے... ہم دس دن مکہ معظمہ میں گزارتے ہیں... پھر دس دن مدینہ منورہ میں اور اس کے بعد پھر دس دن مکہ معظمہ میں... اس طرح ہمارا ایک ماہ پورا ہو جاتا ہے... آپ چونکہ آٹھ دن بعد آئے ہیں... لہٰذا دو دن بعد ہم مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہوں گے...''

''جی... ٹھیک ہے۔'' میں نے سر ہلایا۔

کھانے کے بعد مجھے یاد آیا... میں نے کہا:

''میرے موبائل میں یہاں کی سم بھی ڈلوا دیں... میں ابھی تک گھر والوں کو فون بھی نہیں کر سکا۔''

''اوہ ہاں... اس وقت تو آپ میرے موبائل سے فون کر لیں۔'' مفتی صاحب بولے۔

دسترخوان پر مولانا بشیر صاحب بھی موجود تھے... مفتی صاحب سے پہلے انھوں نے اپنا موبائل میری طرف سرکا دیا... میں نے گھر والوں کو خیریت سے پہنچنے اور عمرہ کرنے کی

اطلاع دی... اور فون بند کر دیا۔ ایسے میں بغلی دروازہ کھلا اور سانولے سے رنگ کے ایک نوجوان اندر داخل ہوئے۔ ان کی آنکھوں پر عینک تھی۔ ان پر نظر پڑتے ہی میں بول اٹھا:

''آپ ضرور مفتی صاحب کے صاحب زادے ہیں۔''

''جی ہاں! اور میرا نام محمد ہے...''

ہم دونوں گرم جوشی سے ملے... اسی وقت مفتی صاحب بول اٹھے: ''اشتیاق صاحب! آپ کو کھانے میں جو جو چیزیں مرغوب ہوں... وہ بتا دیں... تاکہ اس بات کا خیال رکھا جائے۔''

میں نے گھبرا کر کہا:

''جی... کسی تکلف کی ضرورت نہیں... بس دل کی تکلیف کی وجہ سے زیادہ گھی والی چیزیں نہیں کھاتا۔''

اب سونے کی ٹھہری... ہم السلام علیکم کہہ کر سونے کے کمرے میں آ گئے... اس کے بعد دو دن ہوٹل سے حرم اور حرم سے ہوٹل... اور ناشتے اور کھانے کے اوقات میں کھانا پینا چلتا رہا... مولانا بشیر صاحب کے ساتھ خوب شوخ جملوں کا تبادلہ بھی ہوتا رہا... مولانا کافی خوش مزاج واقع ہوئے ہیں... اور ہیں بھی بہت ملنسار سے... کافی صحت مند جسم کے مالک ہیں...

دو دن بعد ہم مدینہ منورہ کے لیے روانہ ہو گئے... اس کے لیے ایک گاڑی بک کرائی گئی... مکہ معظمہ سے مدینہ منورہ تک کا سفر تقریباً چار گھنٹے کا ہے۔ یہ سفر حد درجے خوش گوار رہا... گاڑی کا ڈرائیور تمام راستے اسامہ سے باتیں کرتا رہا... میں اور ڈاکٹر صادق اس کی باتیں نہ سمجھتے ہوئے بھی مسکرانے میں ان دونوں کا ساتھ دیتے رہے... آخر اللہ تعالیٰ کی مہربانی سے ہم بخیر و عافیت نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مبارک شہر میں داخل

M Safdar Urdufanz.com

ہوئے... پچیس سال پہلے حج کے لیے آیا تھا، اس وقت اس قدر بلند و بالا عمارات نظر نہیں آئی تھیں...

ان عمارات کو دیکھتا رہا اور حیران ہوتا رہا... مدینہ منورہ تو اب پوری طرح جدید ترین شہر کا نقشہ پیش کر رہا تھا...

پھر ہماری گاڑی اس ہوٹل کے سامنے رکی جس میں ہمارے لیے کمرے بک کروائے گئے تھے... مفتی صاحب کے یہاں بہت سے شاگرد اور عقیدت مند موجود ہیں... اس قسم کے کام وہ کرتے ہیں... انھی نے ہمارا استقبال کیا... یہ مولانا عبدالمالک، ان کے بیٹے حماد اور احمد تھے... ان کے چہروں پر پھیلی استقبالیہ مسکراہٹوں نے مجھے حیرت زدہ کر دیا... وہ بڑی گرم جوشی سے ملے... اور ہمیں ہمارے کمروں تک لے آئے... جونہی میں، اسامہ اور ڈاکٹر صادق، کمرے میں داخل ہوئے... مبہوت ہو کر رہ گئے... ہماری آنکھوں کے سامنے حضور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے روضہ مبارک پر سایہ کرنے والا گنبد خضرا اپنا جلوہ دکھا رہا تھا...

دراصل یہ ہوٹل منازل حرم ہے... باب السلام کے بالکل سامنے واقع ہے اور اس کے اور مسجد نبوی کے درمیان کوئی اور چیز نہیں ہے... لہٰذا قبلے والی پوری سمت وہاں سے بالکل صاف نظر آتی ہے... یہاں تک کہ میں نے فوری طور پر قالین پر لیٹ کر دیکھا... تب بھی مجھے گنبد خضرا نظر آ رہا تھا... میں نے اللہ کا شکر ادا کیا کہ اس قدر شان دار جگہ میں ہمیں دس دن گزارنے تھے... اس سے بڑھ کر خوش قسمتی بھلا کیا ہو سکتی تھی۔

کچھ وقت سامان کو ترتیب سے رکھنے میں لگ گیا، ابھی مشکل سے فارغ ہوئے ہی تھے کہ ظہر کا وقت ہو گیا... ہم اپنے کمروں سے نکلے اور چلے حرم کی طرف... اب دل دھڑکنے لگے... ہوٹل سے باب السلام کا فاصلہ ایک منٹ سے بھی کم وقت میں

طے ہو گیا۔ ابھی رمضان تو شروع نہیں ہوا تھا... لیکن یہاں پوری طرح رونق ہی رونق تھی، جلوے ہی جلوے تھے... اس وقت تو ہمیں جہاں جگہ ملی... ہم وہیں پہنچ کر سنتیں ادا کرنے لگے... نماز کے بعد اب شوق ہوا کہ چلو... روضہ مبارک پر حاضری دو... صلوٰۃ و سلام کا نذرانہ پیش کرو... لیکن یہ کام اتنا آسان نہیں تھا... صرف ہم ہی تو نذرانہ پیش کرنے کا شوق نہیں رکھتے تھے... وہاں تو ہر طرف عشاق موجود تھے... نماز کے بعد سب کے سب ہی گویا اندھے چلے جا رہے تھے روضہ مبارک کی طرف... ادھر مدینہ منورہ کی چاق و چوبند پولیس لوگوں کو قطاروں کی صورت میں آگے بڑھانے کا فریضہ انجام دے رہی تھی... ہم بھی لگ گئے لائن میں... اب جوں جوں روضہ مبارک نزدیک آ رہا تھا... دل کی دھڑکن میں اضافہ ہی ہوتا چلا جا رہا تھا... نزدیک پہنچے پر تو کھوے سے کھوا چھلنے لگا... پیچھے سے لوگوں کا دباؤ... اور آگے والوں کا آہستہ آہستہ آگے کھسکنے کا اصرار... یہ کیفیت جب ہو تو لوگ ایک جان نظر آتے ہیں... آخر اللہ اللہ کر کے ہم بھی روضہ مبارک کے سامنے پہنچ گئے... درود تو دور سے ہی پڑھتے چلے آ رہے تھے، عین سامنے پہنچ کر ہم پڑھنے لگے:

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ"

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا نَبِیَّ اللّٰہِ"

"اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْكَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ"

اس مقام مبارکہ پر صلوٰۃ و سلام اسی طرح پڑھا جائے گا جب کہ دور سے ہم "اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰہِ" پڑھتے ہیں۔

ایسے میں ہم نے ایک پولیس والے کو ایک سمت میں طیش کے عالم میں اشارہ کرتے دیکھا۔

M Safdar Urdufanz.com

اس سمت میں چند آدمی دعا کے انداز میں ہاتھ اٹھائے نظر آئے... پولیس والا دراصل انھیں ہاتھ اٹھانے سے منع کر رہا تھا اور غصے کے عالم میں کہہ رہا تھا:

''شرک... شرک... ہاتھ قبلے کی طرف رخ کر کے اٹھاؤ... روضۂ مبارک کے سامنے اس طرح ہاتھ نہ اٹھاؤ...'' ان کا مطلب یہ تھا کہ مانگا صرف اللہ تعالیٰ سے جا سکتا ہے۔

اس قسم کے مناظر وہاں قیام کے دوران ہمیں ہر روز ہی نظر آتے رہے... وہاں کے منتظمین کوئی شرکیہ عمل کرنے کی اجازت نہیں دیتے اور یہ بہت خوش آئند بات ہے... جب کہ ہمارے ملک میں براہِ راست قبروں کو سجدے کیے جاتے ہیں اور کوئی روکنے والا نظر نہیں آتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے روضۂ مبارک کے ساتھ درود و سلام پڑھ کر ہم آگے بڑھے اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو ان الفاظ میں سلام پیش کیا:

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ اَبَابَکْرِ الصِّدِّیْقِ''

پھر ایک قدم آگے بڑھ کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ پر سلام پڑھا:

''اَلصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا خَلِیْفَۃَ رَسُوْلِ اللّٰہِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ''

اس کے بعد کچھ دیر دعا کی، پھر باہر نکل آئے... اس لیے کہ جب ہجوم ہوتا ہے تو انتظامیہ کے لوگ وہاں زیادہ دیر کھڑے نہیں ہونے دیتے... باہر نکل کر ہم اس جگہ پہنچے جہاں اپنی اپنی جوتیاں رکھی تھیں... مسجدِ نبوی کے باہر ہر دروازے کے آس پاس جوتے رکھنے کے لیے ریک بنائے گئے ہیں... ان پر نمبر بھی لکھ دیے گئے ہیں... تاکہ لوگ جس خانے میں اپنے جوتے رکھیں... اس خانے کا نمبر یاد رکھیں... میں نے اپنے خانے سے چپل اٹھانے کے لیے ہاتھ اٹھایا اور پھر ہاتھ اٹھا کا اٹھا رہ گیا... میری چپل اس خانے میں نہیں تھی، میں نے دائیں بائیں اور اوپر نیچے والے خانوں پر نظر ڈالی، ان میں بھی

چپل نظر نہ آئی... میں اسامہ کی طرف مڑا۔

''بھائی اسامہ میری چپل غائب ہے۔''

''اوہ! شاید کوئی بھول میں لے گیا... خیر نئی خرید لیتے ہیں... فی الحال آپ میری چپل پہن لیں۔'' اسامہ بولے۔

''نہیں... میں ہوٹل ایسے ہی چلتا ہوں... وہاں دوسری چپل موجود ہے... وہ پہن لوں گا۔''

اسامہ نے اپنی چپل دینے کی کوشش کی، لیکن میں نہ مانا... آخر ہوٹل کے کمرے میں پہنچ گئے... عصر کی نماز کے لیے اذان سے پہلے ہی مسجد میں پہنچ گئے... اس بار میں نے چپل رکھنے میں کافی احتیاط کی تھی... نماز اور درود و سلام سے فارغ ہو کر باہر آئے تو چپل اپنی جگہ موجود تھی۔ اس طرح مغرب کی نماز ادا کی گئی... عشاء پڑھ کر ہوٹل آئے تو کھانا تیار تھا... ایسے میں مفتی صاحب نے پرشفقت لہجے میں فرمایا:

''آج سب پر سفر کی تھکن سوار ہے... اس لیے آج رات آرام ہی کر لیا جائے۔''

سب نے ان سے اتفاق کیا... لہٰذا کھانے کے بعد آرام کی ٹھہری... تہجد کے وقت کے لیے الارم لگایا اور سونے کے لیے لیٹ گئے... بستر موٹے فوم کے تھے... مجھے فوم پر نیند نہیں آتی... لہٰذا میں قالین پر لیٹ گیا۔ اور گنبدِ خضرا کی طرف نظریں جما دیں... اسی حالت میں نہ جانے کب نیند نے آلیا۔

دوسرے دن سے درست انداز میں معمولات شروع ہوئے... فجر پڑھنے کے بعد درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا... محراب کی طرف سے ہی واپسی ہوئی... ایک جگہ مفتی صاحب رکے نظر آئے... مجھے اشارے سے نزدیک بلایا اور ایک جگہ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے فرمایا:

M Safdar Urdufanz.com

جدہ ایئر پورٹ کے حج ٹرمینل کا بیرونی منظر

جدہ ایئر پورٹ کے حج ٹرمینل کا اندرونی منظر

''اس جگہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ خنجر کے وار کھا کر گرے تھے۔''

یہ سنتے ہی میری آنکھوں میں آنسو آ گئے... چودہ سو سال پہلے کا وہ منظر یاد آ گیا... جب ابولولو مجوسی فجر کی نماز سے پہلے ہی آ کر مسجد میں ایک طرف دبک گیا تھا... پھر جب حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے نماز شروع کی تھی تو اس نے اپنی جگہ سے نکل کر آپ پر خنجر کے وار کیے تھے... اور آپ زخموں کی تاب نہ لا کر گر گئے تھے...

میں سوچنے لگا... یہودیوں کی سازشیں مسلمانوں کے خلاف چودہ سو سال پہلے شروع ہوئی تھیں اور آج تک جاری ہیں... خیر ہم باہر نکلے... میں جوتیوں والے ریک کی طرف بڑھا... دیکھا تو چپل ایک بار پھر غائب تھی... میں نے یہ بات پھر اسامہ کو بتائی... وہ مسکرا دیے... اور بولے:

''اب تو آپ کو نئی چپل لینا ہی ہوگی... میں ابھی بازار سے لا دیتا ہوں...''

ظہر کی نماز کے بعد باہر نکلے تو مفتی صاحب باب السلام سے نکل کر کھڑے نظر آئے... ڈاکٹر محمد صادق اور مفتی صاحب کے صاحبزادے محمد بھی ساتھ کھڑے تھے... البتہ مولانا محمد بشیر اس وقت وہاں نہیں تھے... وہ اس وقت مسجد ہی میں کہیں تھے... میں نزدیک پہنچا تو فرمانے لگے:

''اشتیاق صاحب! آپ اس مینار کو دیکھ رہے ہیں۔''

میں نے ان کے اشارہ کرنے پر دیکھا... باب السلام کے سامنے صحن میں ایک مینار دوسرے میناروں سے مختلف شکل کا کھڑا نظر آیا...

''جی ہاں! دیکھ رہا ہوں۔''

''اس جگہ سات سو یہودیوں کو قتل کیا گیا تھا... جب انھوں نے بدعہدی کی تھی... یہ بنوقریظہ وغیرہ کے لوگ تھے، مدینہ منورہ میں رہتے تھے، اس وقت حضرت سعد بن معاذ

M Safdar Urdufanz.com

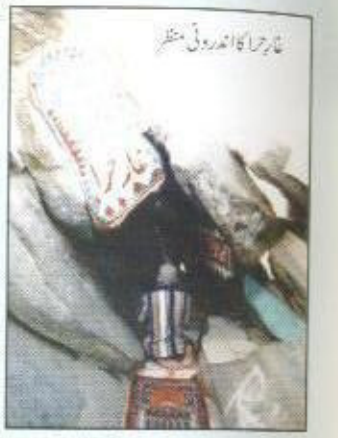
غارِ حرا کا اندرونی منظر

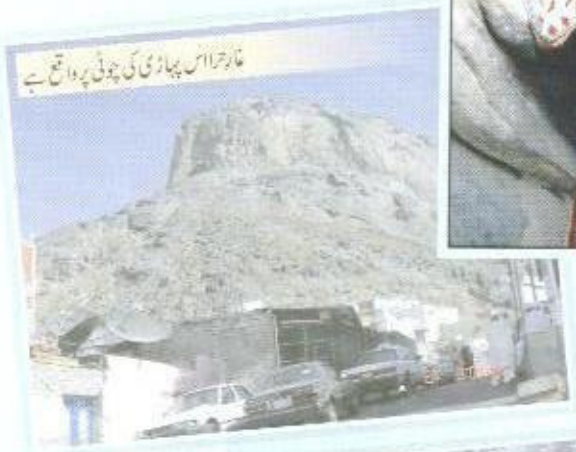
غارِ حرا اس پہاڑی کی چوٹی پر واقع ہے

غارِ حرا کی طرف جانے والا پہاڑی راستہ

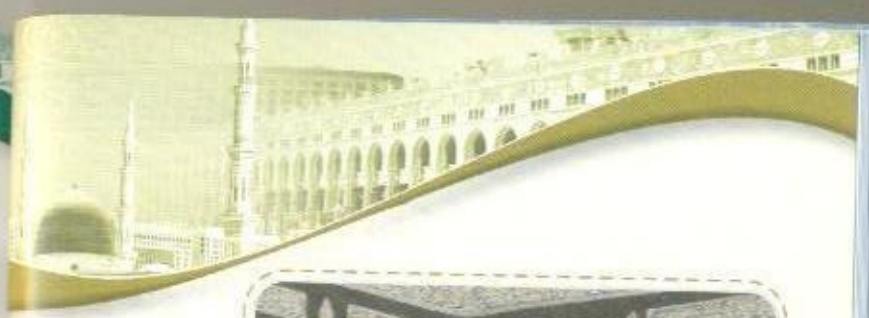

بیت اللہ کی چوکھٹ سے لے کر حجرِ اسود والے کونے تک ملتزم کا مقام، جہاں بار بار اپنا سینہ لگا کر اپنے رب سے سرگوشیاں کرنے کی ہر مسلمان کی آرزو ہے۔

میزابِ رحمت (یعنی بیت اللہ کی چھت میں لگے ہوئے پرنالے) کے سامنے کی جانب مطاف میں بیٹھنے کی جگہ جہاں پر اشتیاق احمد صاحب تشریف فرما ہوتے تھے۔

M Safdar Urdufanz.com

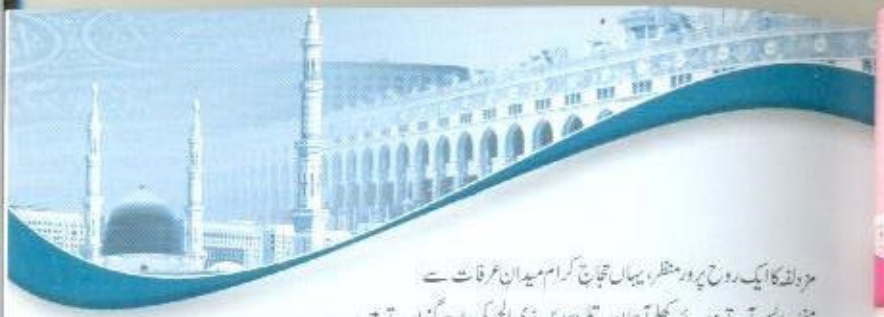

مزدلفہ کا ایک روح پرور منظر، یہاں حجاج کرام میدان عرفات سے
منیٰ واپس آتے ہوئے کھلے آسمان تلے دسویں ذی الحجہ کی رات گزارتے ہیں۔

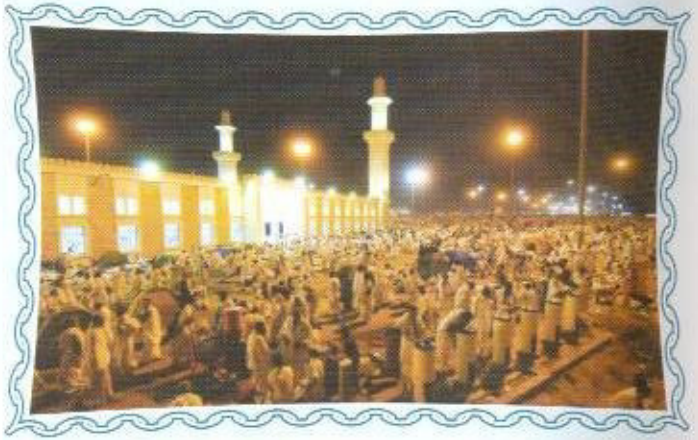

منیٰ کا منظر، حجاج کرام کے لیے لگے ہوئے خیمے عجب کیفیت پیدا کرتے ہیں۔

غار حرا سے مسجد الحرام کا ایک منظر

غار حرا کی طرف جانے والی سیڑھیاں

M Safdar Urdufanz.com

مکہ مکرمہ میں واقع مسجد شجرہ، اس جگہ وہ درخت تھا جو رسول اللہ ﷺ
کے ایک اشارہ پر بطور معجزہ چلتا ہوا آپ ﷺ کے قریب آیا اور آپ کی رسالت کی تصدیق کی۔

مدینہ منورہ میں واقع بیر عثمانؓ، اس کنویں کو حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ نے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کر دیا تھا

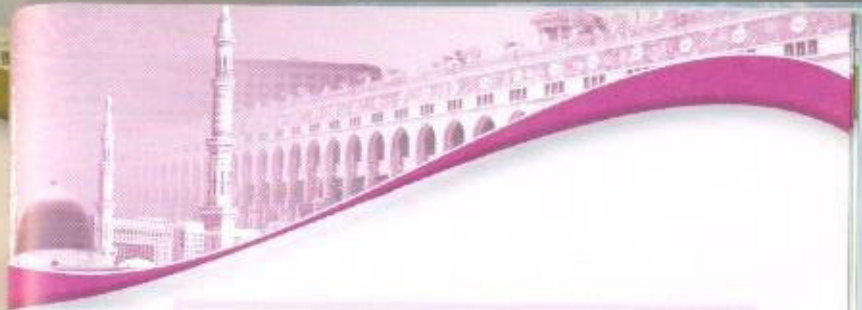

میدان عرفات میں واقع جبل رحمت، اس پہاڑی کے دامن میں حجۃ الوداع کے موقع پر رسول اللہ ﷺ
نے وقوف فرمایا تھا، اس پر جو سفید ستون نظر آ رہا ہے، وہ صرف اس پہاڑ کی نشانی کے طور پر بنایا گیا ہے۔

منیٰ میں واقع ایک جمرہ، جہاں شیطان نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو بہکانے کی کوشش کی تھی اور آپ
نے اسے کنکریاں مار کر وہیں دھتکار دیا تھا۔ حجاج کرام حج کے موقع پر اس مبارک عمل کو دہراتے ہیں۔

M Safdar Urdufanz.com

رضی اللہ عنہ ان کے قریبی دوستوں اور معزز آدمیوں میں شامل تھے۔ بعد میں حضرت سعد رضی اللہ عنہ مسلمان ہوگئے تھے۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہودیوں سے یہ معاہدہ فرمایا تھا کہ اگر کوئی بیرونی دشمن مدینہ منورہ پر حملہ کرے گا تو یہ لوگ مسلمانوں کی مدد کریں گے، لیکن غزوۂ خندق کے موقعے پر انھوں نے اس معاہدے کی خلاف ورزی کی... اور مکّے کے مشرکوں کا ساتھ دیا... اسی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو سزا دینے کا حکم آیا۔ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان پر چڑھائی کی۔ ان کا محاصرہ کیا گیا... یہاں تک کہ انھوں نے ہتھیار ڈال دیے... ان سب کی مشکیں کس دی گئیں اور انھیں ایک طرف جمع کر کے ڈال دیا گیا۔ ان کی تعداد سات سو کے قریب تھی... آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ان کے بارے میں فیصلے کے لیے انھی سے پوچھا تو انھوں نے حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کے فیصلے کو بخوشی مان لینے کا وعدہ کیا یعنی یوں کہا کہ جو فیصلہ وہ کریں ہمیں منظور ہوگا۔ ان کا خیال تھا کہ وہ پرانی دوستی کا لحاظ رکھ کر ہمارے بارے میں نرم فیصلہ کریں گے۔ حضور اکرم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اب حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کو فیصلہ کرنے کا اختیار دیا... انھوں نے ان کے بالغ مردوں کو قتل کر دینے اور ان کے بچوں اور عورتوں کو غلام بنانے کا فیصلہ سنایا۔ اس پر آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا:

"تم نے وہی فیصلہ سنایا جو ان کے بارے میں آسمان پر ہو چکا تھا۔"

اس کے بعد ان لوگوں کے لیے گڑھے کھودے گئے... انھیں قتل کر کر کے ان گڑھوں میں ڈال دیا گیا۔ ان میں ان کا سردار حیی بن اخطب بھی تھا۔ آپ کی نظر اس پر پڑی تو آپ نے فرمایا:

"اے خدا کے دشمن! کیا تو نے دیکھ نہیں لیا کہ اللہ تعالیٰ نے تجھے ہمارے قابو میں دے دیا۔"

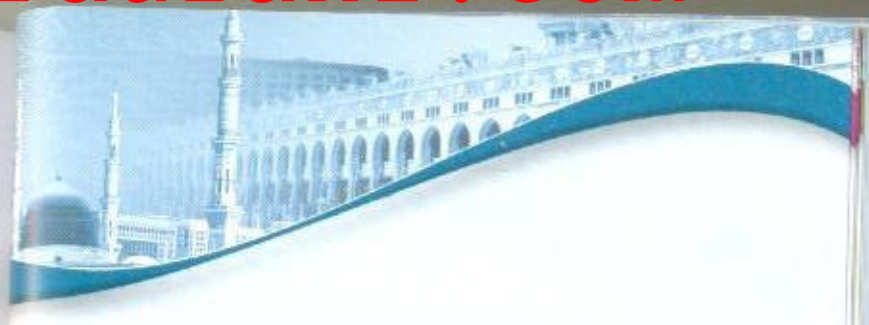

جنت البقیع میں ستون کے مطابق بنی ہوئی قبریں، جہاں بے شمار صحابہ کرامؓ و امت مسلمہ کی جلیل القدر ہستیاں آرام فرما ہیں۔ یہاں دفن ہونے کی تمنا و دعا ہر مسلمان کو کرنی چاہیے۔

جنت معلاۃ مکۃ المکرمہ کا مشہور قبرستان، جہاں ام المومنین سیدہ حضرت خدیجۃ الکبریٰؓ اور دیگر جلیل القدر صحابہ کرامؓ آرام فرما ہیں۔

M Safdar Urdufanz.com

اس پر اس نے کہا:

''ہاں! اللہ کی یہی مرضی تھی کہ میں آپ کے قابو میں آ جاؤں... اور سچ یہی ہے کہ جس نے آپ کو رسوا کرنا چاہا، وہ خود رسوا ہوا''

اس کے بعد اس کی گردن ماردی گئی... تو یہ ہے وہ جگہ جہاں ان سات سو یہودیوں کو قتل کیا گیا تھا...''

ہوٹل پہنچے تو کھانا تیار تھا۔ مجھے مفتی صاحب کے بالکل ساتھ جگہ ملی اور پھر عمرے کے اس پورے سفر میں میری وہی جگہ مخصوص ہوگئی... اس طرح مفتی صاحب کے بہت زیادہ نزدیک بیٹھنا نصیب ہوا... آج بھی مفتی صاحب نے کھانے کے دوران پوچھا:

''اشتیاق صاحب! آپ کو کوئی چیز مرغوب ہو تو بتا دیا کریں۔''

مجھے بہت شرم سی محسوس ہوئی کہ وہ میرا کتنا خیال رکھتے ہیں... میں نے فوراً کہا:

''جی میں ہر چیز کھالیتا ہوں... آپ فکر نہ کریں۔''

ایسے میں انھوں نے ذرا آہستہ آواز میں کچھ پوچھا... میری سمجھ میں جو آیا، میں نے اس کا جواب یہ دیا۔

''یہ کیا مشکل ہے۔''

میرا جواب سن کر انھیں حیرت سی ہوئی... کہنے لگے:

''کیا مطلب؟''

اب میں سمجھا کہ میں ان کی بات درست طور پر سن نہیں سکا... لہٰذا گھبرا کر بولا:

''آپ نے کیا پوچھا تھا؟''

''میں نے پوچھا تھا... آپ روہتک کے ہیں۔'' (روہتک ہندوستان میں ایک شہر کا نام ہے)

''جی نہیں... میں پانی پت میں پیدا ہوا تھا...''

''اور آپ پہلے کیا سمجھے تھے... جس کا جواب آپ نے یہ دیا کہ یہ کیا مشکل ہے۔''

انھوں نے پوچھا۔

''میں سمجھا تھا... آپ نے پوچھا ہے... آپ رو سکتے ہیں۔''

اس پر سب مسکرا دیے... میں نے انھیں بتایا:

''بات دراصل یہ ہے کہ میں ذرا اونچا سنتا ہوں۔''

عصر کی نماز کے بعد مولانا بشیر صاحب نے ہمیں ریاض الجنۃ کے بارے میں تفصیل سے بتایا... وہ ہمیں وہاں ساتھ لے گئے... اور تفصیلات بتانے لگے:

پہلے تو میں آپ کو بتادوں... ریاض الجنۃ مسجد نبوی کا ایک بہت ہی خاص حصہ ہے... یہ قبر شریف اور منبر نبوی کے درمیان والی جگہ ہے۔ منبر نبوی سے مراد وہ جگہ ہے، جہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز پڑھاتے تھے۔ ریاض الجنۃ کے بارے میں بخاری اور مسلم میں یہ حدیث آتی ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''میرے گھر اور منبر کے درمیان جو جگہ ہے، وہ جنت کے باغیچوں میں سے ایک باغیچہ ہے اور میرا منبر قیامت کے دن حوض کوثر پر ہوگا۔''

اس حدیث کی وضاحت میں علماء کرام نے لکھا ہے کہ ریاض الجنۃ میں ذکر اذکار اور نوافل سے جو سعادت حاصل ہوتی ہے اور جو رحمت نازل ہوتی ہے، وہ ایسے ہی ہے جیسے جنت کے باغیچے میں ہوں۔

اس حدیث کا مطلب علماء کرام نے یہ بھی لیا ہے کہ یہاں عبادت کرنے سے جنت

M Safdar Urdufanz.com

حاصل ہوتی ہے۔ ایک اور مطلب یہ ہے کہ یہ جگہ درحقیقت جنت کا باغیچہ ہی ہے جسے قیامت کے دن جنت میں منتقل کر دیا جائے گا... زیادہ تر علماء نے اس حدیث کا یہی مطلب لکھا ہے کہ یہ جگہ جنت کا باغ ہے، اسی کو جنت میں منتقل کیا جائے گا، یہ دوسری زمین کی طرح نہیں جو ختم ہو جائے گی، فنا ہو جائے گی۔

علامہ سمہودی رحمہ اللہ کہتے ہیں کہ میں نے اس جگہ کو رسی سے ناپا ہے۔ حجرہ شریف کے قبلے کی طرف سے منبر کی جانب تک 26.5 میٹر کا فاصلہ ہے، آج کل ریاض الجنۃ کا کچھ حصہ پیتل کی جالیوں کے اندر آ گیا ہے۔ اس وجہ سے اس کی لمبائی 22 میٹر رہ گئی ہے... اور چوڑائی 15 میٹر ہے۔

ریاض الجنۃ میں سات ستون ہیں۔ ان کے نام ستونِ حنانہ، ستونِ عائشہ، ستونِ توبہ، ستونِ سریر، ستونِ وفود، ستونِ حرس، ستونِ جبرئیل ہیں۔ ان کے علاوہ اس میں محراب نبوی ہے، منبر نبوی ہے، موذن کا چبوترہ اور محرابِ تہجد ہے۔ قبور شریف کے گرد جالیاں ہیں۔

ریاض الجنۃ کے ستونوں کے نصف حصے تک سفید پتھر لگائے گئے ہیں... ان کی وجہ سے ریاض الجنۃ کی حدود واضح ہو گئی ہیں۔

ستونوں میں سب سے پہلا نام آپ نے ستونِ حنانہ پڑھا ہے... اس کی تفصیل بہت دلچسپ ہے... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کھجور کے ایک تنے سے سہارا لے کر خطبہ فرمایا کرتے تھے۔ یہ تنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مصلے کے قریب گاڑا گیا تھا۔ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم خطبہ دیتے اور خطبہ لمبا ہو جاتا تو آپ سہارے کی ضرورت محسوس فرماتے۔ اس غرض کے لیے کھجور کا یہ تنا وہاں گاڑا گیا۔ اس کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کا سہارا لے لیا کرتے تھے۔

ایک روز ایک صحابی نے عرض کیا:

"اے اللہ کے رسول! ہم آپ کے لیے کوئی ایسی چیز نہ بنا دیں کہ آپ اس پر کھڑے ہو کر جمعے کا خطبہ دیا کریں، اس طرح لوگ آپ کو آسانی سے دیکھ بھی لیا کریں گے... آپ کا خطبہ بھی وہ آسانی سے سن لیا کریں گے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس رائے کو پسند فرمایا اور اجازت دے دی۔ اس طرح منبر بنایا گیا۔ اس کی تین سیڑھیاں بنائی گئیں۔ وہ منبر اسی جگہ رکھا گیا، جو آج بھی منبر نبوی کہلاتا ہے۔ جب جمعے کا دن آیا اور آپ اس تنے کے پاس سے گزر کر منبر کی طرف بڑھے تو اس تنے سے رونے کی آواز سنائی دی... اس کے چیخنے چلانے کی آواز سے یوں محسوس ہوا جیسے وہ ابھی پھٹ جائے گا... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پاس سے گزر کر منبر پر تشریف فرما ہو چکے تھے... اسے اس طرح روتے دیکھ کر منبر سے اتر آئے، اس پر ہاتھ پھیرا تو اسے سکون ہو گیا۔ اس کے بعد منبر پر تشریف لے گئے... لیکن جب بھی نماز ادا فرماتے، اس کے پاس ادا فرماتے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی میں یہ وہیں رہا... ایک روایت کے مطابق حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے دور تک وہیں رہا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے دور میں جب مسجد کو وسیع کیا گیا تو اس تنے کو اسی جگہ دفن کر دیا گیا... آج اس جگہ پر ستون ہے... اور اس کا نام ستونِ حنانہ ہے۔ اس پر اسطوانہ حنانہ لکھا ہے۔ صحابہ کرام اور تابعین کرام اس کے پاس نماز ادا کرتے تھے۔ وجہ اس کی یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی اس کے پاس نماز ادا کیا کرتے تھے۔

ریاض الجنۃ میں ایک ستون، ستونِ عائشہ ہے۔ یہ منبر کی طرف سے آتے ہوئے تیسرا اور قبر مبارک کی طرف سے تیسرا اور قبلے کی طرف سے بھی تیسرا ہے۔ اسے ستونِ عائشہ کے

M Safdar Urdufanz.com

علاوہ ستونِ قرعہ اور ستونِ مہاجرین بھی کہا جاتا ہے۔ اس پر اسطوانہ عائشہ لکھا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا:

''میری مسجد میں ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر لوگوں کو اس کی فضیلت معلوم ہو جائے تو وہاں نماز کی ادائیگی کے لیے لوگ آپس میں قرعہ اندازی کیا کریں...''

اس ستون کو ستونِ عائشہ کہنے کی وجہ بہت دلچسپ ہے۔ اس حدیث کو حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے روایت کیا تو حاضرین نے جاننا چاہا، وہ کون سی جگہ ہے، لیکن آپ نے نہ بتایا۔ پھر حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے بھانجے حضرت عبداللہ بن زبیر ان سے ملنے کے لیے گئے اور باہر نکلے تو انھوں نے ایک جگہ دو رکعت ادا کیں... بس لوگوں نے اندازہ لگایا کہ وہ جگہ یہی ہے... چنانچہ اس جگہ ستون بنا دیا گیا اور اس کا نام ستونِ عائشہ رضی اللہ عنہا رکھ دیا گیا۔''

حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت زبیر، ان کے بیٹے عبداللہ اور حضرت عامر بن عبد اللہ رضی اللہ عنھم بھی وہاں نماز ادا کرتے رہے اور اس کی وجہ یہ ہے کہ ان حضرات نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس جگہ نماز ادا کرتے دیکھا تھا۔ اور اسی بنیاد پر یہ جگہ دعاؤں کی قبولیت کی جگہ ہے۔

ریاض الجنۃ میں ایک ستون ستونِ ابولبابہ ہے۔ اس ستون کو ستونِ توبہ بھی کہا جاتا ہے۔ ان دونوں ناموں کی وجہ یہ ہے کہ حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ نے خود کو اس ستون سے باندھ لیا تھا۔

تفصیل اس کی یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بنوقریظہ سے ایک معاہدہ کیا تھا... ان لوگوں نے معاہدے کی خلاف ورزی کی اور غداری کی۔ اس پر آپ نے ان کا محاصرہ فرمایا۔ ان سے کہا گیا کہ وہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلے کو مان

لیں۔ ان لوگوں کے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ سے تعلقات تھے۔ انھوں نے تجویز پیش کی کہ وہ اس بارے میں ابولبابہ سے مشورہ کرنا چاہتے ہیں۔ آپ نے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان کی طرف بھیج دیا۔ یہودی انھیں دیکھ کر رونے چیخنے لگے... ان کے رونے اور چلانے کی وجہ سے ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو ان پر ترس سا آ گیا۔ اب بنوقریظہ نے ان سے پوچھا:

''آپ کا کیا خیال ہے... ہم محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا فیصلہ مان لیں۔''

انھوں نے زبانی تو کہا، ہاں، مان لو... اور اشارے سے گلے پر انگلی پھیر کر بتایا کہ اس کے نتیجے میں تم سب کو قتل کر دیا جائے گا۔

یہ اشارہ تو وہ کر بیٹھے... لیکن فوراً ہی انھیں خیال آیا کہ وہ تو اللہ اور اس کے رسول کی خیانت کر بیٹھے ہیں۔ چنانچہ جب وہ وہاں سے واپس پلٹے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے بغیر مسجد نبوی میں آئے اور مسجد کے ایک ستون سے خود کو باندھ لیا۔

اسامہ صاحب نے مجھے بتایا تھا کہ منبر نبوی کے دائیں طرف سیاہ رنگ کی پٹی ہے... نماز پڑھانے کے دوران اس جگہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاؤں مبارک ہوتے تھے... میری نظر اس سمت میں پڑتے ہوئے اس پٹی کی طرف بار بار اٹھ رہی تھی... جی چاہ رہا تھا... جلد از جلد اس تک پہنچ جاؤں... لیکن ظاہر ہے... وہاں سبھی حضرات اسی تڑپ میں آگے بڑھ رہے تھے اور انتظار کر رہے تھے... ایک ایک قدم آگے بڑھتے بڑھتے آخر کار میری باری بھی آ ہی گئی۔ دل خوشی سے جھوم اٹھا۔ میں نے دو رکعت کی نیت کی اور اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ باندھ لیے... رکوع کے بعد اب جو سجدے میں گیا تو بس یہ احساس سوار ہو گیا... میرا سر اس وقت اس مقام پر ہے... جہاں نماز پڑھاتے ہوئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے قدم مبارک ہوتے تھے۔ اب جی نہیں چاہ رہا تھا کہ سر

M Safdar Urdufanz.com

اٹھایا جائے... لہٰذا تسبیح پڑھتا چلا گیا... پڑھتا چلا گیا... آخر کار سر اٹھانا پڑا... اسی طرح دوسری رکعت شروع کی... اب سجدے میں خیال آیا... سر اٹھا کر دو رکعت پوری کر کے یہاں سے سرکنا ہوگا... بس آنسو شروع... خوب رویا... خوب ہی رویا... ویسے اس رونے میں اپنا ایک مزہ آیا۔ ایسا مزہ اس سے پہلے کسی رونے میں نہیں آیا تھا... رو رہا تھا اور ساتھ میں سکون ہی سکون کا احساس ہو رہا تھا... یوں لگتا تھا جیسے آنسوؤں کے ساتھ دکھ درد نکلے چلے جا رہے ہیں۔

دو رکعت پوری ہوئیں... جی چاہا، دو رکعت اور پڑھ لوں... لیکن میرے پیچھے اب بھی لمبی لائن تھی... ان کا خیال کرتے ہوئے میں وہاں سے سرک آیا... دل کو ڈھارس دی کہ ابھی ہمیں یہاں دس دن پورے کرنے ہیں... موقع ملتا رہے گا ان شاء اللہ۔ (اور واقعی ایسے مواقع مجھے ملتے رہے... میں ریاض الجنۃ میں نوافل کی سعادت حاصل کرتا رہا۔)

مدینہ منورہ میں ہمارا چوتھا دن تھا... اس روز وہاں شعبان کی 29 تاریخ تھی... خبر یہ اڑی ہوئی تھی کہ آج چاند نظر آنے کا امکان ہے... گویا آج سے تراویح شروع ہو سکتی تھیں... زندگی میں پہلی بار وہاں تراویح پڑھنے اور قرآن سننے کا اتفاق ہونے والا تھا... دل کی کیفیت عجیب سی تھی... عشاء کی اذان کا وقت ہو گیا، لیکن ابھی چاند ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں پتا نہیں چلا تھا۔ ہم مسجد نبوی میں ہی تھے... آخر عشاء کی نماز ادا کی گئی... سنتیں اور نفل ادا کیے ہی تھے کہ اللہ اکبر کی آواز سنائی دی... پہلا خیال یہ آیا کہ نماز جنازہ کے لیے تکبیر کہی گئی ہے... لیکن جب قرأت شروع ہوگئی تو پتا چلا... رمضان شروع ہو گیا ہے۔

مدینہ منورہ میں تراویح دو قاری حضرات پڑھاتے ہیں... دس تراویح پڑھا کر پہلے

قاری فارغ ہو جاتے ہیں اور ان کی جگہ دوسرے لے لیتے ہیں... ہم قرآن سنتے رہے... دل جھومتے رہے... وہاں قرأت کی مٹھاس ہی اور ہے... کیفیت ہی اور ہے، لذت ہی اور ہے... میں اس ساری کیفیت کو الفاظ میں بیان کرنے کے قابل ہی نہیں ہوں... آپ جب جائیں گے، اللہ آپ سب کو لے جائے... تو آپ خود ہی محسوس کر لیں گے کہ میں کیا لکھنا چاہتا تھا جو میں لکھ نہیں سکا تھا... بات دراصل یہ ہے کہ یہاں انسان عاجز ہے... بڑے سے بڑا قلم کار بھی ان کیفیات کو اپنے قلم یا اپنے الفاظ میں بیان کر ہی نہیں سکتا... کوئی بیان کرتا بھی رہے... تو بھی حق ادا نہیں کر سکتا... اس طرح پوری بیس تراویح ادا کی گئیں... بہت زیادہ خوشی ہوئی، ساتھ ہی ان لوگوں پر حیرت ہوئی جو اپنے ملک میں 8 تراویح پڑھتے ہیں... جس بات پر صحابہ کا اجماع ہو گیا... وہ بات ہمارے لیے دلیل ہے... لیجیے! میں کس طرف نکل گیا... کچھ دوست ناراض ہو جائیں گے... تراویح سے فارغ ہوئے تو تھکن محسوس ہو رہی تھی... اپنے کمروں میں آ کر سو گئے... سحری کے وقت سے کچھ پہلے اٹھ کر نوافل شروع کیے... فارغ ہوا ہی تھا کہ اسامہ صاحب نے فون کیا:

"سحری پر آپ کا انتظار ہو رہا ہے۔"

میں جلدی سے مفتی صاحب کے کمرے میں پہنچا... کہ کھانا شروع دن سے انھی کے کمرے میں کھانے کا معمول تھا... السلام علیکم کہہ کر میں اپنی مخصوص جگہ کی طرف بڑھا... "وعلیکم السلام... آیئے... اشتیاق احمد" مفتی صاحب نے مسکرا کر کہا۔

کھانا شروع ہوا... یہ میری زندگی کی مدینہ منورہ میں پہلی سحری تھی... اور صبح پہلا روزہ تھا۔ احساسات عجیب تھے... حد درجے خوشی محسوس کر رہا تھا... پھر مفتی صاحب کا ساتھ... ذہن میں جو سوال اٹھتا رہا... ان سے پوچھ لیتا تھا...

M Safdar Urdufanz.com

سحری سے فارغ ہوتے ہی مسجدِ نبوی کا رخ کیا... اس وقت مفتی صاحب نے فرمایا:

''اشتیاق صاحب... عام طور پر ہم لوگ باب السلام (مسجدِ نبوی کا پہلا دروازہ) سے داخل ہوتے ہیں... اس سے اگلا دروازہ باب ابوبکر صدیق ہے... میں اکثر اس سے اندر داخل ہوتا ہوں... اور تیسرا دروازہ باب رحمت ہے... آپ کو باب رحمت کے بارے میں بتاتا چلوں... ایک مرتبہ بارش بالکل نہیں ہوئی۔ فصلیں خشک ہوگئیں... جانور پیاس سے مرنے لگے... خشک سالی کی حالت ہوگئی... ایسے میں ایک دیہاتی حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا... وہ اسی راستے سے گزر کر مسجد میں داخل ہوا تھا جس کا نام باب رحمت ہے۔ اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا:

''اے اللہ کے رسول! بارش بالکل رک گئی ہے... فصلیں سوکھ گئی ہیں، جانور پیاسے مر رہے ہیں... ہمارا برا حال ہے... آپ اللہ تعالیٰ سے دعا فرمائیں کہ بارش ہو جائے۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی بات سن کر دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے... اللہ تعالیٰ کا دریائے رحمت جوش میں آ گیا۔ بارش شروع ہوگئی... اس طرح بارش مسلسل آٹھ روز تک جاری رہی۔ یہاں تک کہ ہر طرف جل تھل ہوگیا... پانی ہی پانی نظر آنے لگا۔ آٹھ روز بعد وہی دیہاتی پھر اسی راستے سے مسجدِ نبوی میں داخل ہوا... اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا۔

''اے اللہ کے رسول... اللہ سے دعا فرمائیں... بارش رک جائے... کیونکہ ہر طرف پانی ہی پانی ہوگیا ہے... پانی کی بہتات نے ہم سب کو پریشانی میں مبتلا کر دیا ہے۔''

آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کی بات سن کر مسکرائے... اور پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دعا کے لیے ہاتھ اٹھا دیے... اللہ تعالیٰ نے آپ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا پر بارش روک دی... اس دل چسپ واقعے کی بنیاد پر اس دروازے کا نام باب رحمت ہے... میں یہ سوچ کر اس دروازے سے بھی حرم میں داخل ہوتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ مجھ پر بھی رحمت کی نظر کر دیں۔''

مفتی صاحب کے یہ الفاظ سن کر میری آنکھوں میں خوشی کے آنسو آ گئے... اس نماز کے لیے میں بھی باب رحمت سے داخل ہوا...

نماز سے فارغ ہو کر باہر نکلا... میں نے اپنی چپل اٹھانے کے لیے خانے کی طرف ہاتھ بڑھایا تو چپل ایک بار پھر غائب تھی... میں نے اسامہ کی طرف دیکھا اور بولا:

''بھائی اسامہ! میری چپل ایک بار پھر غائب ہے۔''

وہ مسکرا دیے... اپنی چپل مجھے دینے لگے... اور بولے:

''ابھی دکانیں کھلتی ہیں تو نئی چپل لے آتا ہوں۔''

میں نے ان کی چپل نہ لی... اور پیدل کمرے کی طرف بڑھے... ایسے میں میری نظر مفتی صاحب پر پڑی... وہ کچھ فاصلے پر آگے جا کر رک گئے تھے اور میری طرف دیکھ رہے تھے... اس وقت ڈاکٹر صادق صاحب ان کے ساتھ کھڑے تھے... میں نے خیال کیا کہ مفتی صاحب مجھ سے کچھ کہنا چاہتے ہیں، لہٰذا دوڑ کر ان تک پہنچا... اس وقت وہ بولے:

''اشتیاق صاحب! آپ گنبدِ خضرا دیکھ رہے ہیں۔''

''جی... جی ہاں۔'' یہ کہتے ہوئے میں نے گنبدِ خضرا کی طرف سر اٹھا دیا... آنکھیں اس پر جم گئیں...

''آپ کو اس میں ایک سوراخ نظر آ رہا ہے؟''

M Safdar Urdufanz.com

''جی... سوراخ...'' میں نے حیران ہو کر کہا... کیونکہ میرے خیال میں گنبدِ خضرا میں سوراخ کا بھلا کیا کام تھا۔

''وہ دیکھیے...'' انھوں نے انگلی کے اشارے سے مجھے سوراخ دکھایا۔

اب مجھے سوراخ نظر آ گیا...

''جی ہاں! سوراخ نظر آ گیا... لیکن... یہاں یہ سوراخ کیسا۔''

''اس سوراخ کی بھی ایک کہانی ہے۔'' یہ کہتے وقت مفتی صاحب مسکرا دیے۔

''کہانی؟'' میرے منہ سے نکلا۔

''ہاں اشتیاق صاحب... یہ کہانی آپ کو اس لیے سنا رہا ہوں کہ آخر آپ کو بچوں کے اسلام کے لیے عمرے کا سفرنامہ بھی تو لکھنا ہے نا۔ اس وقت مجھے پہلی بار خیال آیا... کہ واقعی... عمرے کا سفرنامہ لکھا جانا چاہیے... ادھر مفتی صاحب فرمانے لگے:

''بہت مدت پہلے کی بات ہے... ایک بار بارشیں بالکل نہ ہوئیں... خشک سالی ہوگئی... لوگ علماء کے پاس آئے... ان سے درخواست کی... انھوں نے بھی بارش کے لیے دعائیں کیں... لیکن بارش پھر بھی نہ ہوئی... اب تو علما سر جوڑ کر بیٹھ گئے... کہ کیا جائے... آخر کسی نے مشورہ دیا... گنبدِ خضرا میں ایک سوراخ کر دیا جائے... یہ بات عجیب تھی... لیکن اس پر عمل کیا گیا۔ جونہی سوراخ کیا گیا، ایک چھوٹا سا بادل اٹھا اور سوراخ کے اوپر آ کر رک گیا... پھر اس سے بارش شروع ہوگئی... بارش کے قطرات اس سوراخ سے اندر جانے لگے، اس کے بعد بادل بڑھا اور چاروں طرف بارش ہونے لگی... خوب بارش ہوئی۔'' مفتی صاحب یہاں تک کہہ کر خاموش ہو گئے تو میں بے ساختہ بول اٹھا:

''سبحان اللہ! میں یہ واقعہ عمرے کے سفرنامے میں ضرور شامل کروں گا۔''

''اسی لیے تو آپ کو سنایا ہے۔'' وہ مسکرا دیے... ساتھ ہی بولے:

''تب پھر ایک واقعہ اور سن لیں۔''

''جی فرمایئے۔'' میں نے فوراً کہا۔

میں فوراً بول اٹھا:

''میں یہ واقعہ بچوں کا اسلام میں شامل کروں گا... بلکہ سفرنامے میں اس کا ذکر آئے گا۔''

''ٹھیک ہے... اب دوسرا واقعہ سنیے... یہ بھی کافی مدت پہلے کا واقعہ ہے... مدینہ منورہ کے گورنر (نام یاد نہیں رہا) نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا... آپ ان سے فرما رہے تھے:

''میں بدبو محسوس کر رہا ہوں۔''

ان کی آنکھ کھلی... بہت پریشان ہوئے... علماء کرام کو بلا کر اپنا خواب بیان کیا... وہ بھی سوچ میں پڑ گئے... آخر ایک عالم نے مشورہ دیا:

''گنبدِ خضرا کی تلاشی لی جائے۔''

اس میں راستہ نکالا گیا، اندر کا جائزہ لیا گیا... وہاں ایک کبوتر مرا پڑا تھا اور اس میں سے بدبو اٹھ رہی تھی... کبوتر کو نکال کر ایسے کسی پرندے کے اندر جانے کے تمام راستے بند کر دیے گئے...

مفتی صاحب یہاں تک سنا کر خاموش نہیں ہوئے... فوراً ہی بولے:

''اس واقعے سے یہ بات بھی ثابت ہوئی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قبر مبارک میں حیات ہیں... ویسے تو اس میں اہل سنت والجماعت میں سے کسی کو بھی اختلاف نہیں کہ حضرات انبیاء علیہم السلام اپنی قبور میں زندہ ہیں اور نمازیں پڑھتے ہیں۔''

میں نے فوراً مفتی صاحب سے پوچھا:

M Safdar Urdufanz.com

’’کیا میں یہ واقعہ بھی سفرنامہ عمرہ میں شامل کر سکتا ہوں۔‘‘

مفتی صاحب مسکرائے اور فرمانے لگے:

’’ہاں کیوں نہیں... یہ تو اجماعی عقیدہ ہے...‘‘

میں نے اطمینان کا سانس لیا... اس وقت مفتی صاحب نے فرمایا:

’’کل ہم جنت البقیع چلیں گے... صبح فجر کی نماز کے بعد... ورنہ پھر دھوپ ہو جاتی ہے۔‘‘

’’جی ٹھیک ہے۔‘‘ میں نے جلدی سے کہا۔

’’پھر زیارات کے لیے بھی چلیں گے... اور آج بدھ ہے... آج مسجدِ فتح جائیں گے...‘‘

’’جی کیا مطلب؟ کیا اس مسجد کو بدھ کے روز سے کوئی خاص نسبت ہے۔‘‘ میں نے حیران ہو کر پوچھا۔

’’ہاں! اس کی تفصیل بھی سن لیں... کیونکہ آپ کو بچوں کا اسلام میں ذکر بھی تو کرنا ہے...‘‘ یہ کہتے وقت وہ مسکرائے۔ پھر انھوں نے بتایا:

’’اس میں دعا کی برکت سے اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عطا فرمائی تھی... اسی لیے اسے مسجدِ فتح کہتے ہیں۔ ایک روایت یہ بھی ہے کہ اس میں سورہ فتح نازل ہوئی۔ ۵ ہجری کا واقعہ ہے۔ عرب کے تمام قبیلوں نے جمع ہو کر مدینہ منورہ پر چڑھائی کا منصوبہ بنایا اور دس ہزار کا لشکر لے کر مدینہ منورہ کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ہوئی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام سے مشورہ کیا۔ حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے مشورے پر شہر کے گرد خندق کھودنے کا فیصلہ ہوا۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے تین ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ نکلے۔ مدینہ منورہ کے

تین طرف کھجوروں کے درخت تھے۔ وہ قدرتی طور پر فصیل کا کام دے رہے تھے... ایک طرف خندق کھودنے کی ضرورت تھی۔ وہ شمالی سمت تھی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام نے تین میل لمبی خندق صرف بیس دن میں کھود ڈالی۔ پھر کافر حملہ آور ہوئے۔ حملہ بہت سخت تھا... مسلمانوں پر یہ وقت بہت مشکل تھا، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مسجد فتح میں تشریف لے گئے۔ وہاں نہایت عاجزی اور انکساری کے ساتھ دعا کرتے رہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کو شکست دے۔ پیر، منگل اور بدھ ان تین دنوں تک دعا کا سلسلہ جاری رہا۔ تیسرے دن یعنی بدھ کے دن اللہ رب العزت نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا قبول فرمائی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم خوشی کی حالت میں صحابہ کے پاس تشریف لائے اور فتح کی خوش خبری سنائی۔ لڑائی کا یہ دن بہت ہی سخت تھا۔ کافر ہر طرف سے پتھروں کی بارش کر رہے تھے، تیر برسا رہے تھے۔ اس قدر سخت تیروں اور پتھروں کی بارش کی وجہ سے آپ اپنے صحابہ کرام کے ساتھ جہاد میں اس قدر مصروف ہوئے کہ نماز کے لیے بھی مہلت نہ ملی۔ اس طرح چار نمازیں قضا ہو گئیں۔ یہ نمازیں عشاء کے وقت قضا پڑھی گئیں۔ آخر اللہ تعالیٰ نے اپنا فضل فرمایا، فتح کا وعدہ پورا فرمایا اور ایک سخت ترین طوفان بھیج دیا۔ اس طوفان نے کافروں کے پورے لشکر کو الٹ پلٹ کر رکھ دیا... ان کے خیمے اڑ گئے۔ سارا سامان منتشر ہو گیا... اور ان کے پاؤں اکھڑ گئے۔ وہ ایسے بھاگے کہ پیچھے مڑ کر نہ دیکھا۔

اس مسجد میں دعا کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم شمالی دروازے سے داخل ہوئے تھے۔ اس وقت یہ مسجد برآمدہ نما تھی۔ اس میں تین ستون تھے۔ ان تین ستونوں پر چھت تھی... مسجد کی دیواریں نہیں تھیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درمیان والے ستون کے پاس نماز ادا فرمائی تھی۔ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے دور میں پھر یہ مسجد

M Safdar Urdufanz.com

بنوائی۔ ان کے بعد 575 ہجری میں امیر سیف الدین حسین نے اسے نئے سرے سے بنوایا۔ یہ مصر کے وزیر تھے۔

حضرت جابر رضی اللہ عنہ کی روایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں نماز بھی ادا فرمائی تھی۔ نماز کے بعد کافروں کے لیے بددعا فرمائی تھی۔

یہ مسجد سلع پہاڑ کے غربی حصے پر واقع ہے۔ اس مسجد کے آس پاس دو مساجد اور بھی ہیں... ایک مسجد حضرت علی رضی اللہ عنہ کے نام سے ہے۔ دوسری حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ کے نام پر ہے۔ ایک تیسری مسجد بھی تھی، اس کے بارے میں معلوم نہیں ہو سکا... وہ اب مسمار ہو چکی ہے... اس کے نشانات بھی نہیں بچے... کہا جاتا ہے کہ وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے نام پر تھی۔ ان مساجد کو بھی مساجد فتح کہا جاتا ہے۔

مسجد فتح میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چونکہ نماز بھی ادا فرمائی اور دعا بھی فرمائی... اس لیے یہ مقبولیت کی خاص جگہ ہے... ہم آج وہاں چلیں گے... کیونکہ آج بدھ بھی ہے۔"

یہ کہتے وقت مفتی صاحب مسکرا دیے... ہم ظہر سے کافی دیر پہلے ٹیکسی کے ذریعے وہاں پہنچے... مسجد فتح اونچائی پر نظر آئی... جب کہ بائیں طرف نشیب میں دوسری مسجد بھی نظر آ رہی تھی... ان کے باہر پردہ نشین خواتین اپنی اپنی چیزوں کی دکانیں سجائے بیٹھی تھیں... عورتوں کو دکانیں لگائے دیکھ کر ہمیں حیرت ہوئی... پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ تھیں بھی عرب عورتیں...

ہم مفتی صاحب کے پیچھے چلتے ہوئے مسجد میں داخل ہوئے... اب چونکہ مفتی صاحب کی زبانی سارا پس منظر سن چکے تھے، اس لیے دل کی حالت عجیب سی تھی... آپ بھی غزوۂ خندق کا منظر آنکھوں میں بسا لیں... ایسی حالت میں نفل نماز ادا کی گئی، پھر ہم

دیر تک دعا کرتے رہے۔ سب سے زیادہ دیر تک دعا مفتی صاحب نے کی...

آخر واپسی کی ٹھہری... مفتی صاحب نے راستے میں گویا اعلان فرمایا:

"کل صبح فجر کی نماز کے بعد جنت البقیع چلیں گے۔"

دوسرے دن فجر کی نماز کے بعد میں بھول گیا اور اپنے کمرے میں چلا آیا... تھوڑی دیر گزری تھی کہ مفتی صاحب کے فرزند محمد صاحب کا فون آ گیا... کہہ رہے تھے:

"اشتیاق صاحب... کہاں ہیں... ہم باب السلام کے پاس آپ کا انتظار کر رہے ہیں... جنت البقیع نہیں چلنا کیا۔"

"اوہ... معاف کیجیے... بھول گیا تھا... ابھی آیا۔"

اور میں نے دوڑ لگا دی... مفتی صاحب... ڈاکٹر صادق صاحب... مولانا بشیر صاحب... اسامہ صاحب اور محمد صاحب... مفتی صاحب کے سامنے کھڑے تھے... میں بہت شرمندہ ہوا:

"معافی چاہتا ہوں۔"

"کوئی بات نہیں۔" مفتی صاحب مسکرا دیے...

اور پھر ہم جنت البقیع کی طرف چلے... یہ قبرستان مسجد نبوی کے بائیں جانب مسجد سے صرف چند قدم آگے ہے... یہ وہ جگہ ہے جہاں لاتعداد پاک ہستیاں سو رہی ہیں۔ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے سے لے کر اب تک مدینہ منورہ کا قبرستان چلا آ رہا ہے۔ اس میں تقریباً دس ہزار صحابہ کرام رضی اللہ عنہم دفن ہیں۔ اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور دوسری امہات المومنین دفن ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی صاحب زادیاں دفن ہیں۔ آپ کے نواسے حضرت حسن رضی اللہ عنہ اور بہت سے اہل خاندان دفن ہیں۔ آپ کے صاحب زادے حضرت ابراہیم رضی اللہ عنہ کے علاوہ

M Safdar Urdufanz.com

آپ کے چچا حضرت عباس رضی اللہ عنہ دفن ہیں۔ پھر حضرت عثمان ابن عفان رضی اللہ عنہ، شہید مظلوم، مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ دفن ہیں۔ ان کے علاوہ حضرت عبداللہ بن مسعود، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت ابوسعید خدری، حضرت نافع مولیٰ عمر رضی اللہ عنہم اور حضرت امام مالک رحمہ اللہ دفن ہیں۔ جنت البقیع کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''قیامت کے دن جنت البقیع سے ستر ہزار افراد اٹھیں گے۔ ان کے چہرے چودھویں کے چاند کی طرح چمک رہے ہوں گے اور یہ خوش نصیب بغیر حساب کتاب کے جنت میں داخل ہوں گے۔''

اس کے علاوہ آپ کا ایک ارشاد یہ ہے:

''دو قبرستان ایسے ہیں جن کی روشنی آسمان والوں کو ایسے ہی دکھائی دیتی ہے جیسے زمین والوں کو سورج اور چاند چمکتے نظر آتے ہیں، ایک مدینہ منورہ کا قبرستان اور دوسرا عسقلان کا۔''

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''جو آدمی ہمارے اس قبرستان میں داخل ہوا، میں اس کی شفاعت کروں گا اور اس کے حق میں گواہی دوں گا۔''

جنت البقیع میں سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا اور سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کے علاوہ تمام امہات المومنین کی قبریں ہیں۔ سیدہ خدیجہ رضی اللہ عنہا کا انتقال مکہ معظمہ میں نبوت کے دسویں سال ہوا تھا... انھیں وہیں جنت المعلیٰ میں دفن کیا گیا تھا۔ ام المومنین سیدہ میمونہ رضی اللہ عنہا کا انتقال حج سے واپسی پر سرف کے مقام پر ہوا تھا۔ انھیں اسی جگہ دفن

کیا گیا تھا۔

جنت البقیع میں سب سے پہلے جو جنازہ لایا گیا، وہ حضرت عثمان بن مظعون رضی اللہ عنہ کا تھا۔ جب ان کا انتقال ہوا تو صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ انھیں کہاں دفن کیا جائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''انھیں جنت البقیع میں دفن کیا جائے، چنانچہ انھیں وہاں دفن کیا گیا... گویا یہ جنت البقیع میں دفن ہونے والے پہلے مسلمان ہیں۔''

جب ہم سیڑھیاں چڑھ کر قبرستان میں داخل ہوئے تو میں مفتی صاحب کے بالکل ساتھ ساتھ چل رہا تھا... تاکہ ان سے قبروں کے بارے میں پوچھتا رہوں۔ مفتی صاحب نہایت شفقت کے عالم میں مجھے خاص طور پر بتاتے رہے... ایک بات انھوں نے یہ بتائی کہ یقین سے صرف چند قبور کے بارے میں کہا جا سکتا ہے کہ فلاں فلاں صحابی کی ہیں... ان میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، حضرت فاطمہ رضی اللہ عنہا، حضرت سیدنا عثمان بن مظعون اور حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ عنہم کی قبور کے بارے میں یقین ہے کہ یہ انہی کی ہیں...

ہم دیر تک وہاں کھڑے دعائیں کرتے رہے... پھر جہاں جہاں قبور کے آثار پتھر کے ٹکڑوں سے ظاہر کیے گئے تھے... وہاں وہاں بھی دعائیں کیں... خاص طور پر ہم حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی قبر پر بہت دیر تک کھڑے رہے۔ اور سچ تو یہ ہے کہ میں وہاں بہت رویا... آپ کی شہادت کی ایک ایک بات یاد آتی رہی... آنسو خود بخود نکلتے رہے۔

نماز عصر کے بعد ہم مسجد نبوی ہی میں بیٹھے ذکر کرتے رہے... نماز کے فوراً بعد ہی ایک عجیب منظر نظر آیا۔ نمازیوں کے آگے ہر صف پر پلاسٹک کی لمبی چادریں بچھائی جانے

M Safdar Urdufanz.com

گئیں... پھر ان چادروں پر افطاری کی چیزیں رکھی جانے لگیں... مجھے بہت حیرت ہوئی، حیرت اس لیے ہوئی کہ ابھی ابھی تو ہم عصر کی نماز پڑھ کر فارغ ہوئے تھے... ابھی تو افطاری کے وقت میں بہت دیر تھی... پھر آخر یہ حضرات اتنی جلدی افطاری کی چیزیں کیوں رکھ رہے ہیں۔ ان کا معمول بعد میں سمجھ آیا... زندگی میں پہلی مرتبہ جو شخص مسجد نبوی میں افطاری کرتا ہے... اسے حیرت ضرور ہوتی ہے۔

دراصل افطاری کی چیزیں رکھنے کا سارا عمل پورا ہونے میں اتنا وقت لگ جاتا ہے کہ روزہ کھلنے کا وقت ہو جاتا ہے... وہاں ہر میزبان اپنی اپنی جگہ الاٹ کرا لیتا ہے... پورا مہینہ اس جگہ افطاری کرانا اسی کی ذمہ داری ہو جاتی ہے... اپنی جگہ پر تمام چیزیں رکھنے میں وقت لگتا ہے۔ وہ جا جا کر چیزیں لاتے رہتے ہیں اور چادر پر رکھتے ہیں... ہر روزے دار کے سامنے قریب قریب یہ چیزیں رکھی جاتی ہیں، ایک پاؤ دہی کا ڈبا، ڈبل روٹی کے ٹکڑے، کھجوروں کی ٹرے، چوزن کی ٹرے، قہوے کے لیے گلاس... بسکٹ یا اس قسم کی کوئی اور چیز... یعنی یہ تمام چیزیں ہر مہمان کے سامنے پوری کی جاتی ہیں... اپنے حصے کے تمام روزہ داروں کے سامنے چیزیں پہنچانے کے بعد زم زم کے گلاس رکھتے ہیں... اس طرح افطاری کا وقت ہو جاتا ہے...

وقت ہوا تو ہم نے دعا پڑھ کر کھجور سے روزہ افطار کیا... پھر باقی چیزیں کھائیں... تمام چیزیں اتنی تھیں کہ کسی سے بھی پوری نہیں کھائی گئیں... پھر میزبانوں نے جس پھرتی سے بچی ہوئی چیزیں اور خالی ڈبے سمیٹے، اس کو دیکھ کر اور زیادہ حیرت ہوئی... اس کے بعد مغرب کی نماز ادا کی گئی... نوافل پڑھے گئے... پھر ہم اپنے ہوٹل میں آئے اور معمول کے مطابق کھانا کھایا... جلد ہی عشاء کا وقت ہو گیا... اور ہم اٹھ کھڑے ہوئے۔

دوسرے دن مفتی صاحب نے ہمیں زیارت کے لیے بھیج دیا... ان کی طبیعت قدرے ناساز تھی، اس لیے وہ نہیں گئے... اس روز سب سے پہلے میدان احد کی زیارت کا پروگرام بنا... میدان احد سے بے شمار دردناک یادیں وابستہ ہیں... بچپن سے اس جنگ کے بارے میں پڑھتے چلے آ رہے ہیں... یہ وہی جنگ ہے جس میں 71 جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے شہادت پائی تھی۔ ان شہداء کو دفن بھی وہیں کیا گیا۔ ان 71 شہداء میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ بھی تھے... وقت کی کمی اور حالات کی نزاکت کی وجہ سے ایک ایک قبر میں دو دو اور تین تین شہداء کو دفن کیا گیا تھا... اس میدان میں اب قبروں کے نشانات مٹ چکے ہیں... بس قبروں کی جگہ پر پتھر رکھ دیے گئے ہیں اور ان پتھروں کی طرف اشارہ کر کے بتایا جاتا ہے کہ یہ فلاں کی قبر ہے... یہاں فلاں کی قبر ہے... حضرت حمزہ رضی اللہ عنہ کی قبر سے شمال کی طرف پتھروں کی دیوار ہے۔

ہم میدان اُحد پہنچے تو ایک عجیب سا احساس سوار تھا... اسامہ ہمیں ساتھ ساتھ بتا رہے تھے... کافی تعداد میں لوگ میدان اُحد کی زیارت کے لیے آئے ہوئے تھے... لوگوں کے چہروں پر جوش بھی تھا اور رنج و غم کے آثار بھی تھے۔

احد پہاڑ مدینہ منورہ سے اڑھائی میل کے فاصلے پر شمال کی طرف واقع ہے... اور یہ تقریباً تین میل کے رقبے میں پھیلا ہوا ہے۔ احد پہاڑ کے بارے میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

''کوہ احد سے ہم محبت کرتے ہیں اور یہ ہماری محبت کا دم بھرتا ہے۔''

ایک مرتبہ رحمت دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے جاں نثار صحابہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ اور حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے ساتھ احد پہاڑ پر تشریف فرما تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سے فرمایا:

M Safdar Urdufanz.com

''اے احد! ٹھہر جاؤ! تمہیں معلوم نہیں کہ تم پر اس وقت ایک نبی، ایک صدیق اور دو شہید رونق افروز ہیں۔''

چنانچہ احد تھم گیا۔

غزوہ احد میں سیدنا عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ بھی شہید ہوئے تھے... انھیں بھی دیگر شہداء کے ساتھ یہیں میدان احد میں دفن کیا گیا تھا۔ ۴۶ سال بعد ایک مرتبہ سیلاب آیا۔ اس سیلاب کی وجہ سے ان کی قبر کھل گئی۔ ان کے جسم اسی طرح تر و تازہ پائے گئے جیسے ابھی دفن کیے گئے ہوں۔ حضرت عمرو بن الجموح رضی اللہ عنہ نے اپنے زخم پر ہاتھ رکھا ہوا تھا۔

انھیں اسی حالت میں دفن کر دیا گیا تھا... یعنی ہاتھ زخم پر ہی رہنے دیا گیا تھا۔ ان کا ہاتھ زخم پر سے جب ہٹایا گیا تو پھر زخم پر آ گیا۔ زخم بھی اسی طرح تازہ تھا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہر سال احد کے شہداء کی زیارت کے لیے جاتے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت صدیق اکبر، حضرت فاروق اعظم اور سیدنا عثمان ذوالنورین رضی اللہ عنہم بھی ان کی زیارت کے لیے جاتے رہے۔

اب ہم مسجد قبا کی طرف روانہ ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کر مدینہ منورہ تشریف لائے تو مدینہ منورہ میں داخل ہونے سے پہلے قبا میں ٹھہرے تھے۔ وہاں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ دن قیام فرمایا تھا۔ انہی دنوں میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کے ساتھ مل کر وہاں ایک مسجد تعمیر کی تھی۔ اس مسجد کا نام مسجد قبا ہے... قبا میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم پہلے قبیلہ بنی عمرو بن عوف کے سردار کلثوم بن حزام رضی اللہ عنہ کے گھر ٹھہرے تھے۔ وہیں نماز ادا فرماتے رہے، کیونکہ اس وقت تک کوئی مسجد نہیں تھی۔ بعد میں آپ نے کلثوم بن حزام رضی اللہ عنہ کی زمین پر

مسجد تعمیر فرمائی۔ اس مسجد کو وہ مقام ملا کہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بارے میں اپنے کلام پاک میں فرمایا:

''وہ مسجد جس کی بنیاد تقوے پر رکھی گئی۔''

مسجد کی تعمیر 11 ربیع الاول نبوت کے تیرھویں سال کی گئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی صحابہ کرام کے ساتھ مزدوروں کی طرح کام کیا۔ بڑے بڑے وزنی پتھر اٹھائے۔ صحابہ کرام عرض کرتے کہ آپ رہنے دیں... یہ سب کام ہم خود کر لیں گے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم برابر کام کرتے رہے۔

سب سے پہلا پتھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے خود رکھا... دوسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے رکھا۔ پھر حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے تیسرا پتھر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ والے پتھر کے ساتھ رکھا... اس کے بعد سب پتھر رکھتے چلے گئے... اس مسجد کی توسیع پھر حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے کرائی۔ ان کے بعد آج تک اس میں کئی بار توسیع کرائی جا چکی ہے... اور اب یہ ایک بہت کشادہ مسجد ہے۔ اس کا رقبہ اس وقت چھ ہزار ایک سو مربع میٹر ہے۔ مسجد کے سامنے چار ہزار مربع میٹر کا ایک کھلا میدان ہے۔

مسجد قبا مسجد نبوی سے جنوب مغربی جانب کوئی تین کلومیٹر کے فاصلے پر ہے۔ ابتدائی زمانے میں اس مسجد کی امامت حضرت سالم مولیٰ حذیفہ رضی اللہ عنہ کو سونپی گئی تھی۔ مہاجرین کی امامت وہی کیا کرتے تھے۔

ہم نے مسجد قبا میں نوافل ادا کیے اور دعا کے بعد باہر آ گئے... اس وقت اسامہ صاحب نے ایک مزے دار بات بتائی:

''قبا کی کھجور خراب نہیں ہوتی... یعنی نہ وہ گلتی سڑتی ہے اور نہ اسے کیڑا لگتا ہے۔''

M Safdar Urdufanz.com

میں نے اسی وقت یہ سمجھ لیا کہ یہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس مقام پر سب سے پہلے قیام کی برکت ہے۔ اس کے ساتھ ہی اسامہ نے مغرب کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ہمیں بتایا:

''اس طرف بئر ''اریس'' ہے...''

یہ وہ تاریخی کنواں ہے جس میں حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی انگوٹھی گر گئی تھی... اس وقت وہ مسلمانوں کے تیسرے خلیفہ تھے اور اس انگوٹھی سے احکامات پر مہر لگایا کرتے تھے... کنویں کا پانی نکلوا کر انگوٹھی کو بہت تلاش کرایا گیا تھا، لیکن انگوٹھی نہیں ملی تھی...

یہ کنواں اس وقت ایک باغ میں تھا... ایک مرتبہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اس باغ میں تشریف لے گئے... سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ بھی وہاں تشریف لے آئے... وہ فرماتے ہیں کہ آپ نے انھیں باغ کے دروازے پر حفاظت پر مقرر فرما دیا۔ ایسے میں ایک صاحب وہاں آئے۔ انھوں نے اندر داخل ہونے کی اجازت طلب کی۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''ابوموسیٰ! دروازہ کھول دو اور آنے والے کو جنت کی بشارت دو۔''

انھوں نے دروازہ کھولا تو ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے، انھوں نے انھیں جنت کی خوش خبری سنائی... پھر ایک اور صاحب نے دروازے پر دستک دی... آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پھر فرمایا:

''انھیں بھی آنے دو اور انھیں بھی جنت کی بشارت سنا دو۔''

اس مرتبہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ آئے تھے... انھیں بھی جنت کی خوش خبری سنائی گئی۔ اتنے میں ایک اور صاحب آئے... آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے لیے بھی دروازہ کھولنے اور جنت کی بشارت سنانے کے لیے فرمایا... تاہم اس بار آپ صلی اللہ علیہ

وسلم نے فرمایا:

''ان صاحب کو ایک مصیبت کے صلے میں جنت کی خوش خبری دے دیں۔''

حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے دروازہ کھول کر دیکھا کہ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ آئے تھے۔ چنانچہ انھیں یہ خوش خبری سنائی...

اس مقام سے ہم مسجد قبلتین کی طرف روانہ ہوئے۔ یہ مسجد بئر رومہ کے قریب ہے... بئر رومہ وہی کنواں ہے جسے حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے مسلمانوں کے لیے خریدا تھا... کیونکہ یہودی مسلمانوں کو اس سے پانی نہیں لینے دیتے تھے... روایات میں آتا ہے کہ یہ کنواں شاہِ تبع نے بنوایا تھا... اسلام سے پہلے اسے بئر الملک کہا جاتا تھا۔ بعد میں یہ بئر رومہ کے نام سے مشہور ہوا اور جب حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے اسے مسلمانوں کے لیے خرید لیا تو اس وقت سے اسے بئر عثمان کہا جانے لگا۔ حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ شہید مظلوم کے گھر کو جب بلوائیوں نے گھیر لیا تھا اور پانی تک گھر کے اندر نہیں جانے دے رہے تھے تو اس وقت آپ مکان کی چھت پر آئے تھے اور ان بلوائیوں سے مخاطب ہو کر آپ نے فرمایا تھا:

''لوگو! تم جانتے ہو، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ منورہ تشریف لائے تھے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا، کون شخص اسے خرید کر عام مسلمانوں کے لیے وقف کرتا ہے، اسے اس سے بہتر جنت ملے گی... اس وقت میں نے اپنے ذاتی مال میں سے اسے خرید کر مسلمانوں کے لیے وقف کیا تھا... آج تم مجھے اس کنویں کے پانی سے بھی محروم کر رہے ہو؟''

اس کنویں کے بارے میں اور بھی کئی روایات ہیں... حضرت عثمان رضی اللہ عنہ نے

M Safdar Urdufanz.com

یہ 35 ہزار درہم میں خریدا تھا... جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اطلاع ملی تو آپ نے فرمایا تھا:

"اے اللہ! عثمان کے لیے جنت واجب فرما دے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کنویں کا پانی منگوا کر پیا تھا اور ارشاد فرمایا تھا:

"کیسا عمدہ اور شیریں پانی ہے۔"

اس وقت اس کنویں کے علاوہ دوسرے کنویں کھاری پانی کے تھے... اسی بنیاد پر کنویں کا یہودی مالک اس کا پانی بیچتا تھا۔

یہ کنواں کئی مرتبہ خراب ہوا، اس کی مرمت کرائی گئی... آخری بار 1349ھ میں ترکی شہاب الدین نے تعمیر و مرمت کی خدمت انجام دی... اس کے بعد اس کی مرمت کرائی گئی یا نہیں... اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اب یہ کنواں خشک پڑا ہے... اس کے اندر قدیم طرز کے پتھر لگے نظر آتے ہیں۔

اس کے بعد ہم مسجد "قبلتین" گئے... قبلتین کا مطلب ہے، دو قبلوں والی۔ جس جگہ یہ مسجد واقع ہے۔ اس جگہ قبیلہ بنی سواد بن غنم رہتا تھا۔ یہ مسجد بئر رومہ کے قریب ہی ہے۔ یہی وہ مسجد ہے جس میں نماز کے دوران قبلے کی تبدیلی کا حکم آیا تھا... اس نماز کی دو رکعت بیت المقدس کی طرف اور دو رکعت بیت اللہ کی طرف رخ کر کے ادا کی گئی تھیں... یعنی نماز کے دوران ہی رخ بیت اللہ کی طرف کیا گیا تھا۔ یہ واقعہ ہجرت کے سترہ مہینے بعد 15 رجب کو پیش آیا۔ حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ حضورِ اقدس صلی اللہ علیہ وسلم بیت المقدس کی طرف منہ کر کے نماز ادا فرماتے رہے مگر آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس بات کے خواہش مند تھے کہ قبلہ بیت المقدس کو مقرر کیا جائے... اللہ تعالیٰ نے آپ کی خواہش پوری فرمائی۔ قبلے کا رخ تبدیل کر دیا

گیا۔

مسجد کے دو حصے ہیں۔ ایک حصہ داخلی اور دوسرا خارجی ہے۔ پتھروں کو تراش کر تعمیر کی گئی ہے، ہم اس خوب صورت اور تاریخی مسجد کو دیکھ کر باہر نکلے تو دھوپ بہت تیز ہو چلی تھی اور پیاس محسوس ہونے لگی... ایسے میں مجھے ایک خیال آیا...

اور وہ خیال یہ تھا کہ جب میں اپنے ملک میں عمرے کی تیاریاں کر رہا تھا، انھی دنوں محترم دوست غلام رسول زاہد ایس ایس پی صاحب نے مجھے فون کیا تھا کہ وہ بھی عمرے پر جا رہے ہیں... پھر ان کے جانے کی تاریخ مجھ سے پہلے ہی طے ہو گئی... اور وہ تین چار روز پہلے ہی کوچ کر گئے... انھیں عمرہ کرنے کے چند دن بعد ہی مدینہ منورہ آنا تھا... میرے حساب کے مطابق وہ مدینہ منورہ ہی میں تھے... پاکستان سے روانہ ہوتے وقت انھوں نے مجھے اپنے عزیز اور دوست کا فون نمبر لکھوایا تھا... میں نے سوچا، کیوں نہ ان سے مدینہ منورہ میں ملاقات کی جائے... یہ ملاقات تو یادگار رہے گی...

اس خیال کے آتے ہی میں نے ان کے بتائے ہوئے نمبر پر فون کیا، سلسلہ نہ ملا... شام تک میں نے کئی بار فون کیا... آخر بہت مشکل سے سلسلہ ملا... پہلے ان کے دوست کی آواز سنائی دی... پھر جب میں نے نام بتایا تو انھوں نے سیٹ زاہد صاحب کو دے دیا... ان کی پرجوش آواز سن کر خوشی ہوئی... انھوں نے بتایا کہ وہ اس وقت کہاں ہیں... ہم نے ملنے کی جگہ طے کی اور میں وہاں پہنچ گیا... ملیک سلیک ہوئی...

ہماری یہ ملاقات عصر کی نماز کے بعد ہوئی... ہم نے سوچا... مسجد نبوی میں جگہ لے لیتے ہیں۔ کیونکہ پھر افطاری کے لیے جگہ ملنا مشکل ہو جاتی ہے... ہم جنت البقیع کی سمت سے مسجد میں داخل ہوئے... ابھی چند قدم ہی چلے تھے کہ دو عرب بچوں نے ہمیں کلائیوں سے پکڑ لیا... اور عربی میں بات کرتے ہوئے ہمیں ایک طرف کھینچنے لگے... پہلے تو ہمیں

M Safdar Urdufanz.com

پتا ہی نہ چلا کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں اور کیا چاہتے ہیں۔ بعد میں اندازہ ہوا کہ وہ ہمیں اپنے دسترخوان پر افطاری کے لیے لے جانا چاہتے تھے... اور اس بارے میں بہت پرجوش نظر آرہے تھے... ان کی پوری پوری کوشش تھی کہ وہ ہمیں افطاری کے لیے لے جائیں۔

ادھر غلام رسول زاہد صاحب کے دوست اپنے کسی ملنے والے سے وعدہ کر چکے تھے کہ وہ افطاری ان کے ساتھ کریں گے... لہٰذا انھیں وہاں جانا تھا... اب مسئلہ تھا ان دونوں بچوں کو بات سمجھانے کا... وہ خالص عربی میں بات کر رہے تھے اور ہم تھے عربی سے نابلد... غلام رسول صاحب نے ٹوٹی پھوٹی عربی میں انھیں سمجھانے کی کوشش کی... ان کی ٹوٹی پھوٹی عربی سن کر میں بے ساختہ ہنسنے لگا... بار بار ہنسی آرہی تھی... وہ انھیں سمجھانے کی کوشش کر رہے تھے... لیکن بات نہیں بن رہی تھی... وہ اپنی کہہ رہے تھے اور یہ اپنی... ان کی کوشش تھی ہمیں افطاری کے لیے کھینچ لے جائیں جب کہ زاہد صاحب کے دوست کے ایک عزیز بھی مسجد نبوی میں یہی کام کرتے ہیں... لوگوں کو افطاری کراتے ہیں... اور انھوں نے خاص طور پر ان دونوں حضرات کو افطاری کے لیے بلایا ہوا تھا... لہٰذا انھیں ان کے پاس جانا تھا... اور وہ دونوں بچے ہمارے راستے میں آگئے تھے... اور ان کے انداز میں اس قدر پیار تھا... اس قدر خلوص تھا کہ ایسا خلوص ہم نے کسی افطاری کی دعوت دینے والے کسی فرد میں نہیں دیکھا تھا... غلام رسول زاہد صاحب کی بوکھلاہٹ زدہ عربی ہمیں مزہ دے رہی تھی... اور ان بچوں کی عربی ہماری سمجھ سے ہی باہر تھی... ادھر ہماری کلائیاں ان کے ہاتھوں میں تھیں اور ان کے پکڑنے کا انداز اس قدر پیار بھرا تھا کہ چاہتے ہوئے بھی ہم چھڑا نہیں پا رہے تھے... پیار، محبت، خلوص اور اپنائیت کی یہ دلچسپ کشمکش ابھی جاری تھی کہ اتفاق سے ہمارے اصل میزبان اس طرف سے گزرے۔ انھوں نے زاہد صاحب کے دوست کو دیکھ لیا... فوراً ان کی طرف آئے... ادھر بچے ہمیں

پکڑے کھڑے تھے... وہ معاملے کی نوعیت فوراً سمجھ گئے... کیونکہ اس قسم کے مناظر تو وہاں عام ہیں۔ انھوں نے فوراً بچوں سے عربی میں ایک جملہ کہا... اس جملے کا سننا تھا کہ ان کے چہروں پر مایوسی کے بادل چھا گئے... انھوں نے ہماری کلائیاں چھوڑ دیں... اور ہم اپنے میزبان کے ساتھ آگے بڑھ گئے... ہم آگے بڑھ ضرور گئے... لیکن ہمارا جی بے تحاشہ چاہ رہا تھا کہ ہم افطاری انھی کے ہاں کر لیتے...

ہمارے میزبان کا نام ابراہیم تھا... وہ بھی بہت پریشان نظر آئے... راستہ چلتے ہوئے زاہد صاحب کے دوست چوہدری منیر صاحب نے ان سے پریشانی کی وجہ پوچھی... تو وہ وجہ بھی کچھ کم عجیب نہیں تھی...

دراصل وہاں افطاری کے سلسلے میں ایک عجیب و غریب نظام ہے... ایسا نظام دنیا کے نقشے پر کہیں اور نظر نہیں آئے گا... مسجد نبوی میں میزبان حضرات اپنی اپنی جگہ الاٹ کرا لیتے ہیں... اب اس جگہ پورا مہینا افطاری وہ کراتے ہیں... اس کے لیے انھیں مہمان نواز قسم کے لوگ فنڈ دیتے ہیں... انھیں پورے مہینے میں وہ فنڈ ختم کرنا ہوتا ہے... ہم نے جب

اپنے میزبان کی پریشانی کی وجہ پوچھی تو دکھ اور افسوس کے لہجے میں بتانے لگے:

"مجھے جتنی جگہ الاٹ ہوئی ہے... اس جگہ پر پورا مہینا افطاری کرانے پر وہ ساری رقم ختم نہیں ہوگی... جو مجھے بھیجی گئی ہے... کاش مجھے بڑی جگہ مل جاتی... یہ ہے پریشانی کی وجہ کہ آخر اس فنڈ کو میں کس طرح ختم کروں۔"

اس وجہ نے ہمیں حیرت میں ڈال دیا... عمرے سے واپس آئے ہمیں دو ماہ ہو چلے ہیں... ہم اب بھی ان دو بچوں اور اپنے اس میزبان کا ذکر کرتے ہیں... اب بھی ان کے خلوص، محبت اور میزبانی کے انداز کی باتیں کرتے ہیں... زاہد صاحب تو فون پر اکثر ان

M Safdar Urdufanz.com

بچوں کا ذکر کرتے ہیں... ہے کہیں ایسا نظام... غیر مسلم دنیا مسلمانوں کو نہ جانے کیا کچھ کہتی ہے... لیکن وہ اپنے ہاں کہیں ایسا نظام تو دکھائیں۔

افطاری کے بعد غلام رسول زاہد صاحب مجھ سے کہنے لگے:

''اب آپ ہمارے ساتھ ہوٹل چلیں... اور کھانا کھائیں۔''

جواب میں میں نے کہا:

''میرے ساتھی دسترخوان پر میرا انتظار کریں گے... افطاری کے وقت تو انھوں نے خیال کر لیا ہوگا کہ میں کہیں اور بیٹھ گیا ہوں گا... لیکن ہوٹل کے کمرے میں وہ ضرور انتظار کریں گے۔''

اس کے جواب میں زاہد صاحب نے مسکرا کر کہا:

''آپ انھیں فون کر دیں۔''

آخر میں نے اسامہ صاحب کو فون پر صورتِ حال بتائی اور ان حضرات کے ساتھ چل پڑا... باب عبدالمجید کے سامنے کچھ فاصلے پر ان کا ہوٹل تھا... ہم اس کے ڈائننگ ہال میں آ گئے... دائیں بائیں کافی دور تک طرح طرح کے کھانے سجے نظر آئے... ان کھانوں میں سے ہم اپنی پسند کے کھانے پلیٹ میں لے کر کسی میز پر بیٹھ کر کھا سکتے تھے... سلاد بھی قسم قسم کے نظر آئے... غرض بہت پرتکلف کھانے تھے...

ان کھانوں سے محتاط انداز میں انصاف کرنے کے بعد میں نے ان سے اجازت لی... زاہد صاحب کہنے لگے:

''ہماری یہ ملاقات ہمیشہ یادگار ملاقات رہے گی۔''

''ہاں واقعی۔'' میں نے بھی فوراً کہا۔

دوسرے دن بھی زاہد صاحب اور چوہدری منیر صاحب سے جنت البقیع کے باہر

ملاقات ہوئی... اس سے اگلے روز ان کی واپسی تھی... ان سے رخصت ہوتے ہوئے ایک انجانے سے رنج کا احساس ہوا... آخر ہم نے ایک دوسرے کو الوداع کہا...

اسی شام اسامہ نے مجھے ایک عجیب خبر سنائی... کہنے لگے:

''آج رات تراویح کے بعد ہم سب کی ایک ایسے شخص کے ہاں دعوت ہے جو پورے چوبیس بچوں کے باپ ہیں۔''

''چوبیس بچوں کے باپ... اچھا... انھوں نے شادیاں کتنی کی ہیں۔''

''صرف ایک۔''

''مطلب یہ کہ ان کے ہاں ایک بیوی سے چوبیس بچے ہوئے ہیں۔'' مارے حیرت کے میرے منہ سے نکلا۔

''ہاں!'' اسامہ صاحب مسکرائے۔

یہ بات حیرت کی نہیں تھی... کیونکہ یہ سب اللہ کا نظام ہے... لیکن پھر بھی حیرت ہوئی... اور اس حیرت پر مجھے اب تک حیرت ہے...

خیر اس دوست کے ہاں جانا ہوا... کھانے حد درجے پرتکلف تھے... لیکن ان سے بڑھ کر پرلطف ان کے بچوں سے ملاقات تھی... مزے کی بات یہ تھی کہ وہ بچے حافظ قرآن بھی تھے۔ بڑی عمر کے اور سب سے چھوٹی عمر کے بچوں کی قرأت ہمیں سنوائی گئی۔ ہم خوب محظوظ ہوتے رہے... بعد میں مفتی صاحب کہتے سنائی دیے:

''ان بچوں کی قرأت بہت زبردست تھی...''

اور پھر مدینہ منورہ سے ہماری واپسی میں ایک دن باقی رہ گیا... اس ایک دن میں ہمیں کھجوریں خریدنا تھیں۔ شام سے پہلے مولانا بشیر صاحب نے بتایا:

''آج مفتی صاحب کی طرف سے آپ کو ہدیہ ملے گا... تاکہ آپ کھجوریں وغیرہ

M Safdar Urdufanz.com

خرید سکیں۔"

"جی! ہدیہ..." میں نے حیران ہو کر کہا۔

"ہاں!" مولانا بشیر صاحب مسکرائے۔

"لیکن اس کی کیا ضرورت ہے... ادارے کی یہ مہربانی کیا کم ہے کہ انھوں نے عمرہ کرایا ہے۔"

"نہیں... ہدیہ بھی دیا جاتا ہے۔"

تراویح کے بعد مولانا بشیر صاحب نے جب مجھے وہ ہدیہ دیا تو مجھے بہت حیرت ہوئی... میرا خیال تھا... سو دو سو ریال دیے جائیں گے... لیکن وہ ایک ہزار ریال تھے... یعنی پاکستانی سولہ ہزار روپے... یہ کافی زیادہ تھے... میں نے کہا بھی کہ اس کی کیا ضرورت ہے... جواب میں مولانا بشیر صاحب مسکرا دیے...

رات کے کھانے پر میں نے اس ہدیے کا شکریہ ان الفاظ میں ادا کیا۔

"ادارے کی طرف سے عمرے کی سعادت کیا کچھ کم تھی کہ ہدیہ بھی دیا گیا... بہر حال میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔"

مفتی صاحب مسکرا دیے۔ انھوں نے فرمایا:

"یہ ہدیہ اس لیے دیا جاتا ہے کہ جنھیں عمرہ کرایا جاتا ہے... وہ خرید و فروخت اپنے پلے سے نہ کرتے پھریں... اور محسوس نہ کریں کہ یہ عمرہ تو ہمیں مہنگا پڑا۔"

ان کے جواب پر ہم سب کو مسکرانا پڑا... اس رات ہم نے گھوم پھر کر کھجوریں اور دوسری چیزیں خریدیں... رمضان میں وہاں بازار تمام رات کھلے رہتے ہیں اور دن میں بند رہتے ہیں... خرید و فروخت کرتے تہجد کی اذان ہو گئی... اور وہ صبح نزدیک آ لگی جب ہمیں مدینہ منورہ سے... مسجد نبوی سے اور روضہ مبارک سے رخصت ہونا تھا۔

مسجد نبوی کی قبلہ رخ دیوار پر کی ہوئی خوب صورت خطاطی

میدان عرفات میں واقع مسجد نمرہ کا ایک منظر، جہاں حج کا خطبہ دیا جاتا ہے۔

M Safdar Urdufanz.com

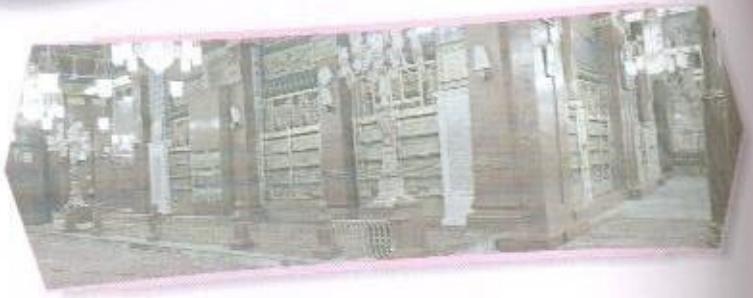

مسجد نبوی میں واقع باب رحمت

حرمین شریفین میں جوتوں کے لیے اس طرح کے ریک رکھے ہوتے ہیں جن میں لوگ مختلف تھیلوں میں رکھ کے اپنے جوتے اور چپلیں رکھتے ہیں۔

ملکہ زبیدہ کی تعمیر کروائی ہوئی بارہ سو سال پرانی نہر زبیدہ، یہ طویل نہر مکۃ المکرمہ کے مضافات میں پھیلی ہوئی ہے

روضۂ مطہرہ کی پشت کی جانب کا منظر۔ ابھرا ہوا چبوترہ، تہجد کا چبوترہ کہلاتا ہے۔ روضۂ مطہرہ کا وہ رخ بھی نظر آرہا ہے جو روضۃ الجنۃ میں نماز پڑھنے والے کی بائیں جانب کو ہوتا ہے۔ جس کی مزید وضاحت نیچے کی تصویر میں ہو رہی ہے، جبکہ نیچے کی تصویر میں اسطوانہ سریر (دائیں جانب) اور اسطوانہ حرس (بائیں جانب) بھی نظر آرہے ہیں۔

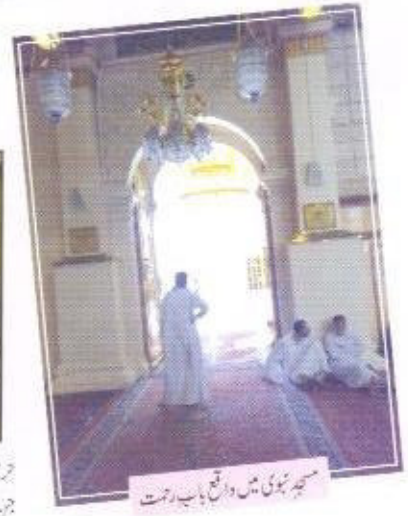

M Safdar Urdufanz.com

مسجد نبوی کے قدیم احاطۂ عمارت میں واقع باب السلام نامی دروازہ، اس دروازے کو باب السلام اس لیے کہتے ہیں کہ مواجہہ شریف میں صلوٰۃ وسلام پیش کرنے کے لیے عام طور پر اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔

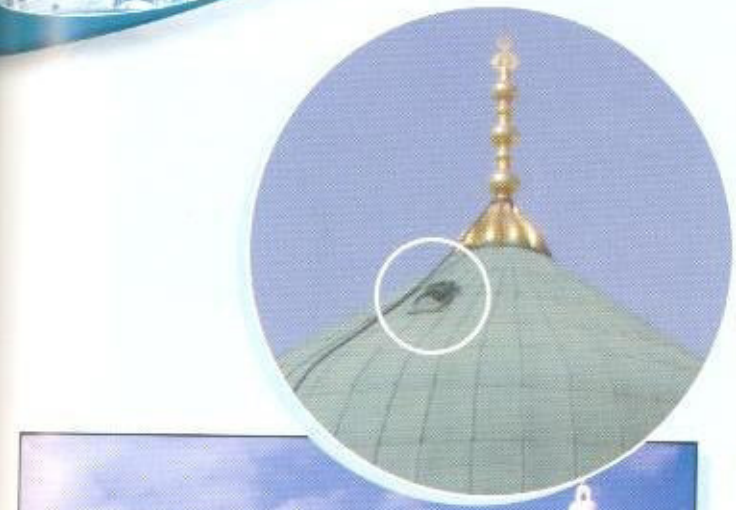

گنبد خضرا میں واقع سوراخ، جس کا واقعہ صفحہ نمبر 44 پر ہے

M Safdar Urdufanz.com

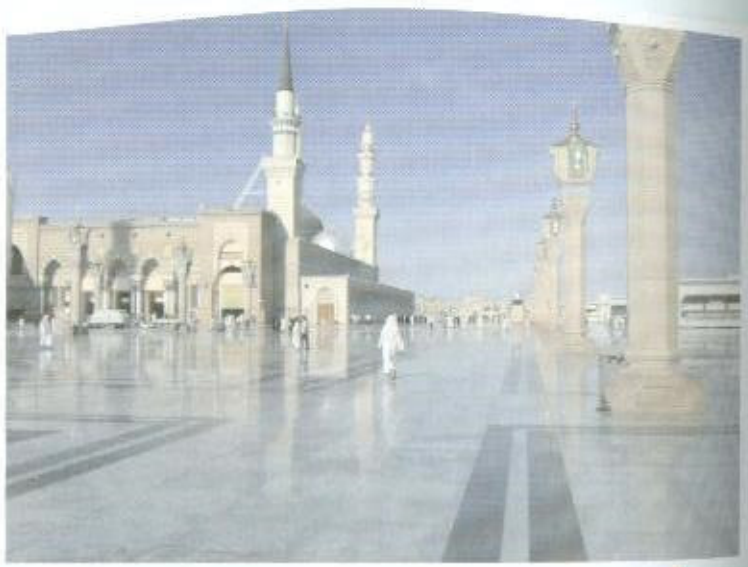

مسجد نبوی کے قدیم احاطۂ عمارت میں واقع باب السلام نامی دروازہ، اس دروازے کو باب السلام اس لیے کہتے ہیں کہ مواجہہ شریف میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے عام طور پر اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔

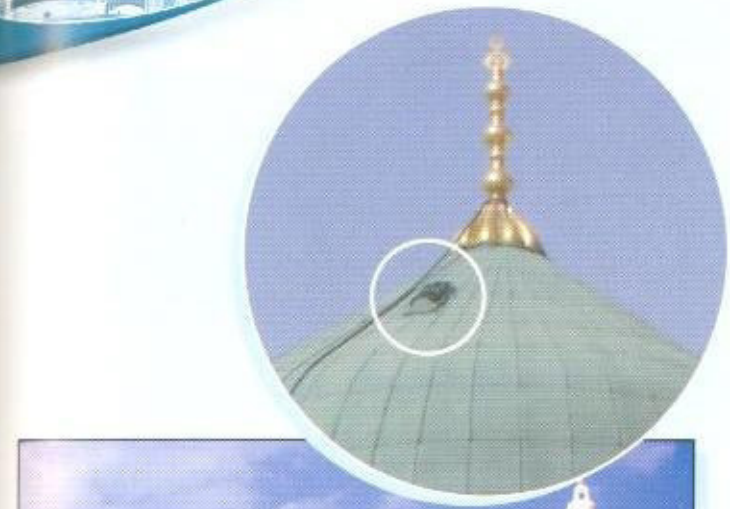

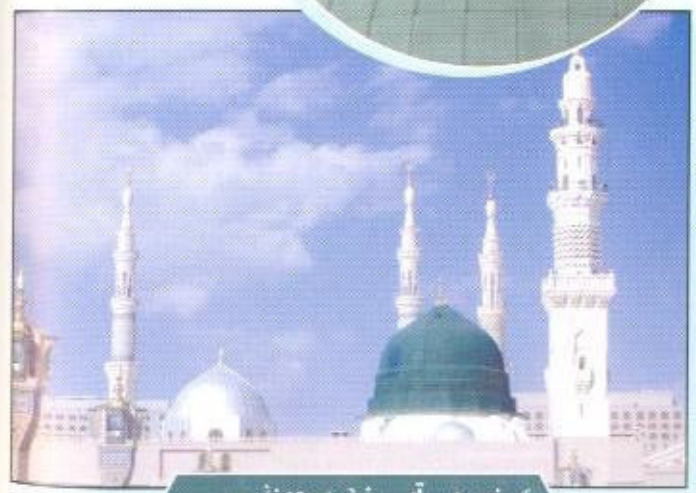

گنبد خضراء میں واقع سوراخ، جس کا واقعہ صفحہ نمبر 44 پر ہے

M Safdar Urdufanz.com

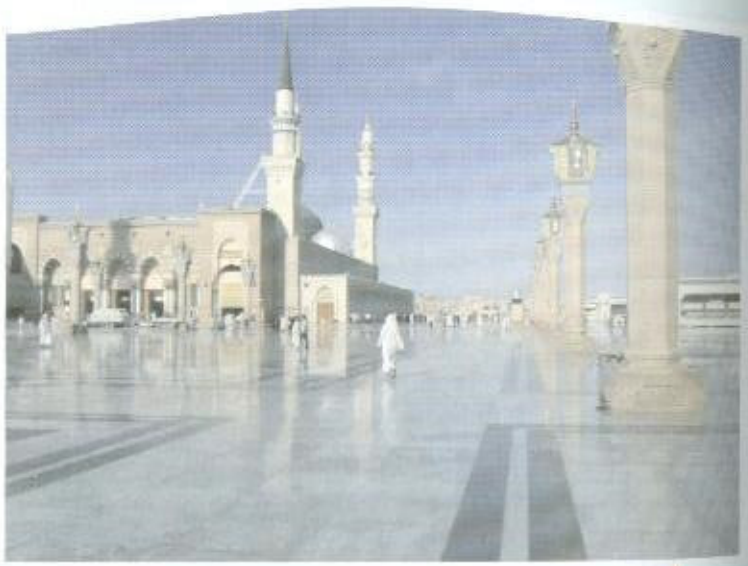

مسجد نبوی کے قدیم احاطۂ عمارت میں واقع باب السلام نامی دروازہ، اس دروازے کو باب السلام اس لیے کہتے ہیں کہ مواجہہ شریف میں صلوٰۃ و سلام پیش کرنے کے لیے عام طور پر اس دروازے سے مسجد میں داخل ہوتے ہیں۔

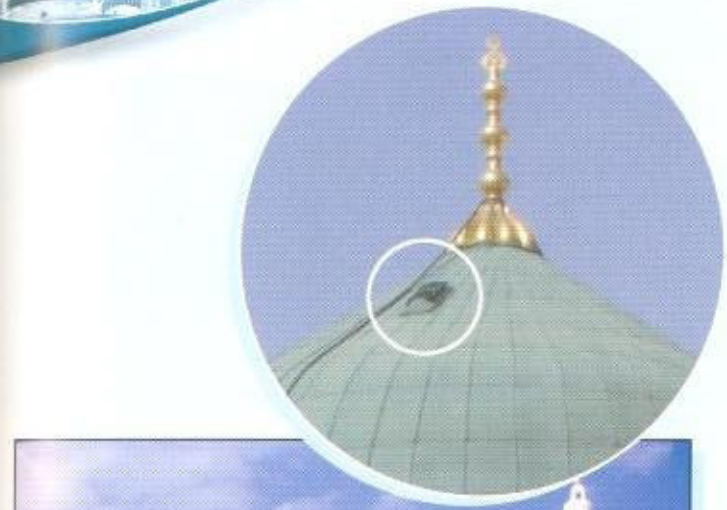

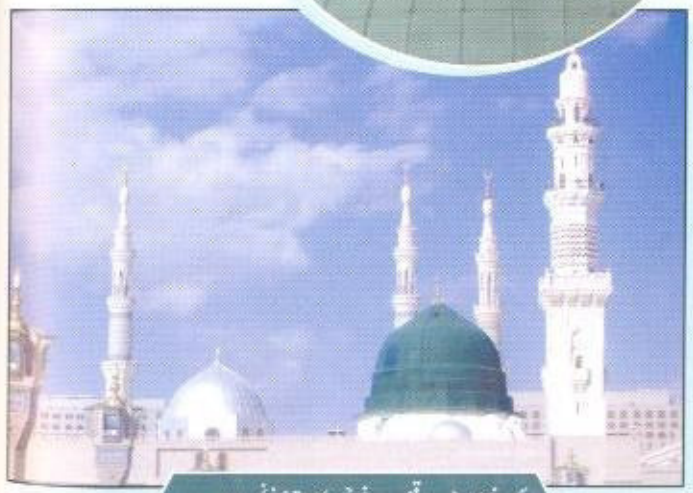

گنبد خضراء میں واقع سوراخ، جس کا واقعہ صفحہ نمبر 44 پر ہے

M Safdar Urdufanz.com

مسجد نبوی کی مکمل عمارت کی جانب قبلہ سے ایک تصویر۔ آگے کی طرف جو ایک چھوٹی عمارت نکلتی ہوئی محسوس ہو رہی ہے یہ قدیم عمارت کہلاتی ہے اور اسی میں روضۂ مطہرہ، ریاض الجنہ، منبر و محراب نبوی اور موجودہ محراب و مصلّٰی ہیں۔

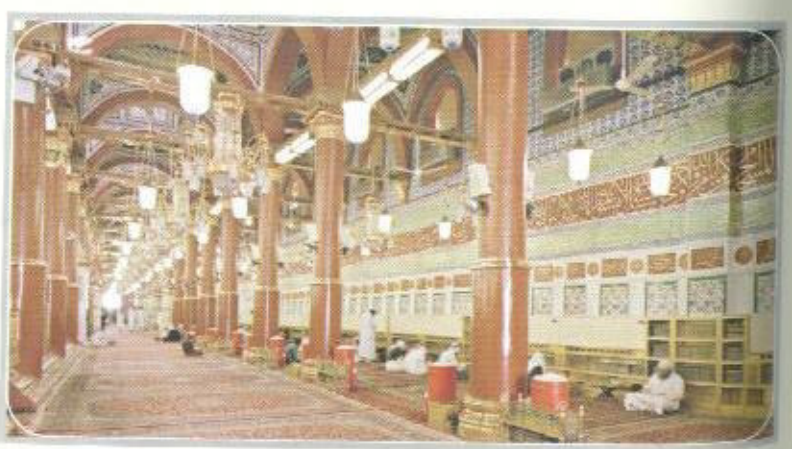

باب السلام اور باب البقیع کے درمیان مسجد نبوی کی قبلہ رخ (موجودہ محراب والی) دیوار اور اندرونی عمارت

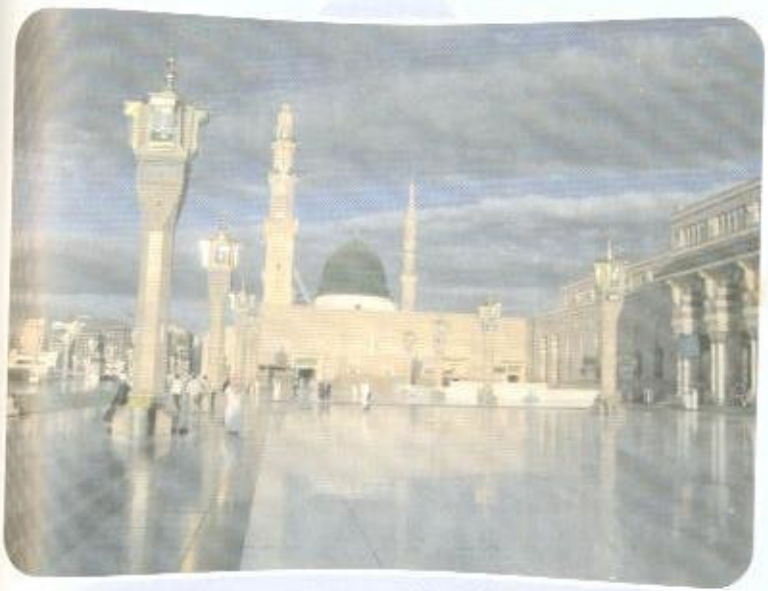

مسجد نبوی کے قدیم احاطۂ عمارت میں واقع باب البقیع نامی دروازہ، یہ دروازہ باب السلام کے مقابل اور روضۂ مطہرہ کے بالکل قریب ہے، صلوٰۃ و سلام پیش کر کے اس دروازے سے باہر نکلتے ہیں۔ اور اس کو باب البقیع اس لیے کہا جاتا ہے کہ یہ بقیع غرقد (جنت البقیع) کی جانب ہے۔

M Safdar Urdufanz.com

تہجد کی نماز کے بعد ہمیں سامان سمیٹنا تھا، لہٰذا حرم نبوی سے نکلے... معمول کے مطابق میں نے جوتوں کے ریک سے اپنی چپل اٹھانے کے لیے ہاتھ بڑھایا تو ہاتھ اٹھا کا اٹھارہ گیا... چپل ایک بار پھر غائب تھی... میرے منہ سے نکلا:

"بھائی اسامہ... چپل ایک بار پھر غائب ہے۔"

اسامہ مسکرا دیے... ان کے پاس ہی مفتی صاحب کے فرزند محمد کھڑے تھے... وہ بھی لگے مسکرانے۔ پھر میرے قریب سرک آئے اور بولے:

"اس کا ایک ہی حل ہے۔"

"کیا حل ہے... ننگے پاؤں آؤں جاؤں۔"

"نہیں... ہوٹل چل کر بتاؤں گا۔" بھائی محمد مسکرا دیے۔

ہم ہوٹل میں آگئے... سامان باندھا جانے لگا... اس کام میں فجر کی اذان ہوگئی... ہم نماز کے لیے نکلنے لگے۔ ایسے میں محمد میری طرف آئے۔ ان کے ہاتھ میں سرخ رنگ کے کپڑے کی ایک تھیلی تھی... پنجابی زبان میں اسے گتھلی کہتے ہیں... انھوں نے وہ میری طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

"چپل اس میں رکھ لیا کریں اور یہ اپنے ساتھ ہی رکھا کریں... یہ دیکھیے... میں بھی ایسا ہی کرتا ہوں۔" یہ کہتے ہوئے انھوں نے اپنی تھیلی میری آنکھوں کے سامنے لہرائی۔

میں اس تھیلی کو پا کر بہت خوش ہوا... حرم میں داخل ہونے لگا تو چپل اتار کر اس تھیلی میں رکھ لی اور تھیلی کا منہ بند کر کے اسے ہاتھ میں لٹکا لیا... اس کے بعد اس تمام سفر میں میرا یہی معمول رہا... اور پھر کوئی چپل گم نہیں ہوئی... لہٰذا میں نے بھائی محمد سے کئی بار یہ جملہ کہا۔

"آپ کی یہ تھیلی بہت خوب ہے... عمرے کے اس سفر کے بعد بھی یہ میرے پاس

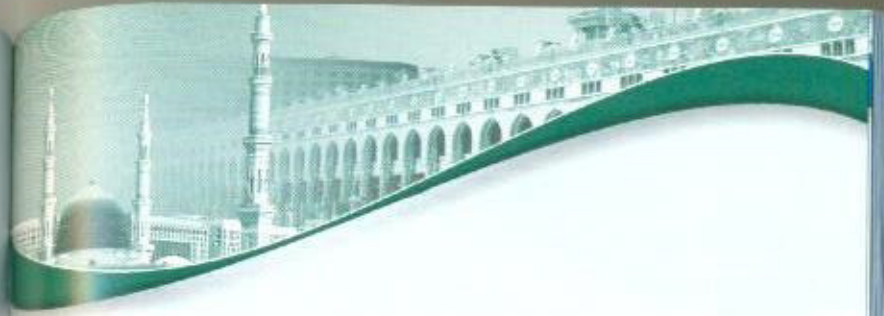

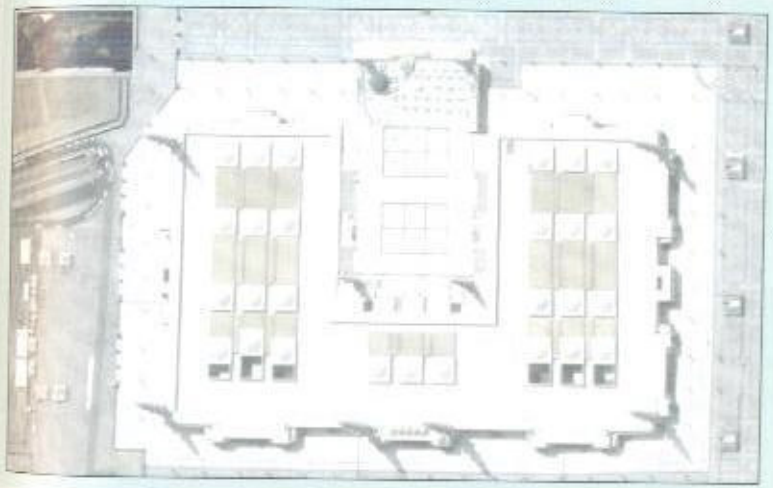

مسجد نبوی کی سیٹلائٹ سے لی گئی ایک تصویر

M Safdar Urdufanz.com

رہے گی... بطور نشانی میں اسے اپنے کمرے میں لٹکاؤں گا۔"

اور میں نے ایسا ہی کیا بھی... وہ تھیلی آج بھی میرے کمرے میں لٹکی نظر آتی ہے۔

فجر کی نماز کے بعد یہ احساس سوار ہوگیا کہ اب یہاں سے رخصت ہونا ہے... دل کی کیفیت عجیب سی ہونے لگی۔ یہ کیفیت الفاظ میں ڈھالی نہیں جاسکتی... رخصت ہونے کا خیال ریاض الجنۃ کی طرف لے جانے لگا... وہاں جہاں جگہ مل سکی... بس وہیں بیٹھ گیا... اور لگا درود شریف پڑھنے... یہاں تک کہ اشراق کا وقت ہوگیا... اشراق کے نفل پڑھے... ساتھیوں نے بتایا تھا کہ بس اشراق کے بعد روانگی ہے... لہٰذا نفل پڑھتے ہی ہوٹل پہنچ جائیں۔

نفل کے بعد کچھ دیر تک دعا مانگتا رہا... آنسو جاری ہوگئے... اور آخر مسجد نبوی سے لگا نکلنے... اب پھر وہی کیفیت سوار تھی... مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے ہوٹل پہنچا تو سامان گاڑی میں رکھا جاچکا تھا... ہم نے اپنی اپنی سیٹ سنبھال لی... آخر سفر شروع ہوا...

مدینہ منورہ سے مکہ معظمہ کا سفر پرسکون گزرا۔ مفتی صاحب راستے میں خاص طور پر مجھے مخاطب کر کے بتاتے رہے کہ یہ فلاں مقام ہے... وہ سامنے فلاں چیز ہے... ان کی معلومات پر میں حیران ہوتا رہا۔

سفر کے دوران اسامہ نے ایک بات یہ بتائی کہ قرطبہ ہوٹل میں ہماری بکنگ نہیں ہوسکی... تین دن بعد کی ہوئی ہے... لہٰذا تین دن ہمیں کسی اور ہوٹل میں گزارنا ہوں گے... جب کہ مفتی صاحب والا کمرہ ان کے لیے بدستور بک ہے...

میں نے پریشان ہوکر ڈاکٹر صادق صاحب کی طرف دیکھا... وہ میرے ساتھ ہی بیٹھے تھے... وہ بھی پریشان دکھائی دیے... لیکن کیا ہی کیا جاسکتا تھا... ایسے میں اسامہ نے کہا:

"دو تین راتوں کی بات ہی کیا ہے... ہم حرم میں گزار لیں گے۔"

"ہاں! ٹھیک ہے۔"

خیر... ہمیں ایک ہوٹل میں کمرہ مل گیا... وہ رات ہم نے اس کمرے میں بسر کی... اب مفتی صاحب قرطبہ ہوٹل میں تھے اور باقی لوگ اس ہوٹل میں... لیکن پھر اگلے روز ہی قرطبہ ہوٹل کی نچلی منزل میں ہمیں کمرہ مل گیا... البتہ مولانا بشیر صاحب اور ان کے گھر والوں کے لیے کمرہ نہ مل سکا... وہ اسی ہوٹل میں رہ گئے۔ ظہر کے وقت حرم میں مولانا بشیر صاحب سے ملاقات ہوئی... کہنے لگے...

"جب تک ادھر کمرہ نہیں مل جاتا... میں دوپہر آپ کے کمرے میں گزار لیا کروں... آپ کو دقت تو نہیں ہوگی۔"

میں نے فوراً جواب دیا:

"دقت کیسی... یہ تو خوشی کی بات ہے۔"

ظہر سے فارغ ہوکر ہم باہر نکلے تو مولانا بشیر صاحب بولے:

"اب ہم چلتے ہیں اپنے اصل مقصد کی تکمیل کی طرف۔"

"جی کیا مطلب... اصل مقصد کی تکمیل؟" میں نے حیران ہوکر کہا۔

"ہاں! اصل مقصد کی تکمیل۔" مولانا بشیر صاحب مسکرائے۔

"اور وہ کیا؟" میں نے پوچھا۔

ساتھ ہی ہم ہوٹل کے دروازے پر پہنچ گئے... اس کے بالکل سامنے ہی ہمارا کمرہ تھا... ہم کمرے میں داخل ہوئے تو انھوں نے کہا۔

"یہ ہے اصل مقصد کی تکمیل..." یہ کہتے ہوئے وہ بستر پر لیٹ گئے۔

"میں سمجھا نہیں۔" میں نے حیرت ظاہر کی۔

M Safdar Urdufanz.com

"مطلب یہ کہ اب ہم سوئیں گے... عصر کے وقت اٹھیں گے... آرام نہیں کریں گے تو معمول کی عبادات کیسے کریں گے... لہٰذا دوپہر کا یہ سونا ہمارے مقصد کی تکمیل میں ہماری مدد کرے گا... اس طرح یہ اصل مقصد ہوا یا نہیں۔ اس کے بغیر تو عشق کی یہ منزلیں طے ہو ہی نہیں سکتیں۔"

میں بے ساختہ مسکرا دیا... اب ہر دوپہر کو ان کا یہ جملہ کہنا معمول بن گیا۔

"اب ہم چلتے ہیں... اپنے اصل مقصد کی طرف... اشتیاق صاحب! یہ عشق کی منازل ہیں... انھیں اسی طرح طے کیا جا سکتا ہے۔"

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر ہم مطاف میں ہی بیٹھے رہے... بیت اللہ شریف میں افطاری کا وہ نظام نظر نہ آیا... افطاری یہاں بھی کرائی جاتی ہے... لیکن اس منظم پیرائے میں نہیں... جو مسجد نبوی میں رائج ہے...

اس روز جھنگ کے ایک ساتھی سے ملاقات ہو گئی... وہ بھی عمرے کے لیے آئے ہوئے تھے... افطاری سے کچھ دیر پہلے ان سے ملاقات ہوئی تھی... لہٰذا انھیں میں نے افطاری کے لیے پاس بٹھا لیا... ان کا نام حاجی محمد آصف ہے... جھنگ کی جس مسجد میں، میں نماز پڑھتا ہوں... یہ بھی اسی مسجد میں نماز پڑھتے ہیں... بے چارے دل کے مریض ہیں... جھنگ میں اکثر جامعۃ الرشید دیکھنے اور علمائے کرام سے ملنے کی خواہش کا اظہار کرتے رہتے ہیں... ان کی یہ خواہش یاد آئی تو میں نے ان سے کہا:

"آیئے آپ کو مفتی صاحب سے ملواتا ہوں۔"

مفتی صاحب اس وقت اگلی صف میں تشریف فرما تھے... میں انھیں ان کے قریب لے آیا... ان کے سامنے بیٹھتے ہوئے میں نے کہا:

"یہ میرے جھنگ کے ساتھی ہیں... آپ سے ملنے کے خواہش مند تھے۔"

انھوں نے گرم جوشی سے ان سے مصافحہ کیا... ساتھ ہی میں نے کہا:

"یہ بے چارے دل کے شدید مریض ہیں، آپ ان کے لیے دعا بھی فرمائیں۔"

جواب میں مفتی صاحب نے عجیب جملہ فرمایا... بولے:

"اللہ تعالیٰ انھیں شفا عطا فرمائے... اور دل کا اصل مرض عطا فرمائے۔"

میں نے مفتی صاحب کی دعا کے الفاظ ساتھیوں کو بتائے... سب واہ واہ کرنے لگے کہ خوب دعا دی انھوں نے۔

دوسرے دن مفتی صاحب نے اسامہ سے فرمایا:

"آج سب کو زیارات کے لیے لے جائیں... سب سے پہلے انھیں غار حرا لے جائیں۔"

"جی اچھا؟"

اسامہ نے ایک ٹیکسی ڈرائیور سے بات کی... ٹیکسی ڈرائیور ملتانی تھا... کرایہ طے ہو جانے کے بعد ہم ٹیکسی میں بیٹھ گئے اور سفر شروع ہوا... مفتی صاحب ساتھ نہیں آئے تھے... ان کی طبیعت قدرے ناساز تھی...

ڈرائیور ہمیں راستے میں آنے والے مقامات کے بارے میں بتاتا رہا... آخر ہم جبل حرا پہنچ گئے... جبل حرا کو جبل نور بھی کہتے ہیں۔

یہ غار جبل نور کی چوٹی پر مسجد حرام کے شمال مشرق میں واقع ہے اور 281 میٹر کی اونچائی پر ہے۔ پہاڑ کی چوٹی تک پہنچنے میں تقریباً ایک گھنٹا لگتا ہے۔

یہ غار بہت مبارک جگہ ہے... نبوت ملنے سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس غار میں تشریف لے جاتے تھے... وہاں عبادت کیا کرتے تھے۔ غار کے شمال میں اندر داخل ہونے کا راستہ ہے... اس میں داخل ہونے کے لیے دو پتھروں کے درمیان سے

M Safdar Urdufanz.com

گزرنا پڑتا ہے... دونوں پتھروں کا درمیانی فاصلہ صرف 60 سینٹی میٹر ہے۔ غار کی لمبائی تین میٹر، بلندی 2 میٹر اور چوڑائی اور بھی کم ہے۔ اس میں بس اتنی جگہ ہے کہ دو آدمی آگے پیچھے نماز پڑھ سکتے ہیں۔ دائیں طرف تھوڑی سی جگہ ہے۔ اس پر ایک آدمی بیٹھ کر نماز پڑھ سکتا ہے۔ اس غار کی عظمت یہ ہے کہ یہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر پہلی مرتبہ وحی کا نزول ہوا۔ حضرت جبریل علیہ السلام وحی لے کر غار میں آئے۔ وحی کے ابتدائی الفاظ یہ تھے۔

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ (سورۃ العلق: 1)

اس پہلی وحی کے بعد جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم غار حرا سے گھر تشریف لائے تو آپ کا جسم مبارک کپکپا رہا تھا۔ ایک حدیث میں ہے:

''میں غار حرا میں رات گزار کر نیچے اترا تو محسوس کیا کہ کوئی مجھے پکار رہا ہے۔ میں نے اپنے دائیں بائیں اور آگے پیچھے دیکھا تو کوئی نظر نہ آیا۔ پھر میں نے اوپر دیکھا تو کچھ نظر نہ آیا۔ میں فوراً ہی خدیجہ رضی اللہ عنہا کے پاس آیا اور کہا، مجھے کمبل اوڑھا دو اور ٹھنڈے پانی سے میرے جسم کو ٹھنڈک پہنچاؤ، چنانچہ انھوں نے مجھے کمبل اوڑھا دیا اور میرے جسم پر پانی بھی ڈالا۔ اسی دوران سورۃ المدثر کی ابتدائی آیات نازل ہوئیں۔

یٰۤاَیُّھَا الْمُدَّثِّرُ قُمْ فَاَنْذِرْ، الخ۔

ترجمہ: ''اے کمبل اوڑھنے والے اٹھیے اور لوگوں کو ڈرائیے۔''

اس سلسلے کی ایک روایت کے الفاظ یہ ہیں:

''میں نے اوپر دیکھا تو جبرئیل علیہ السلام تھے جو زمین اور آسمان کے درمیان ایک تخت پر بیٹھے ہوئے تھے۔''

جبل حرا کے بارے میں ایک حدیث یہ بھی ہے:

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنے بعض صحابہ کے ساتھ جبل حرا پر تشریف فرما تھے کہ پہاڑ ہلنے لگا۔ آپ نے پہاڑ کو مخاطب کر کے فرمایا:

''حرا! پرسکون ہوجا۔ تیرے اوپر نبی، صدیق اور شہید کے علاوہ کوئی نہیں۔''

اس وقت وہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر، حضرت عمر، حضرت عثمان، حضرت علی، حضرت طلحہ، حضرت زبیر اور حضرت سعد بن ابی وقاص رضی اللہ عنھم تھے۔ (بخاری)

اس حدیث میں ان صحابہ کی شہادت کی پیش گوئی موجود ہے چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

پہلی وحی کے نزول کے بعد ایک مرتبہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اسی پہاڑ کے نزدیک ان کی اصل شکل میں دیکھا۔

حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں:

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت کی ابتدا سچے خوابوں سے ہوئی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم جو بھی خواب دیکھتے، وہ واضح طور پر صبح کی روشنی کی طرح پورے ہوتے۔ پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تنہائی پسند ہوگئے، چنانچہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم غارِ حرا میں تشریف لے جاتے، وہاں کئی کئی راتیں عبادت میں گزار دیتے۔ جب خوراک اور پانی ختم ہوجاتا تو واپس تشریف لاتے۔ حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے توشہ تیار کرتیں آپ پھر غار میں تشریف لے جاتے۔ ایک روز آپ صلی اللہ علیہ وسلم غار میں تھے کہ فرشتہ اللہ کا پیغام لے کر حاضر ہوا۔ اس نے کہا:

''پڑھیے۔''

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

M Safdar Urdufanz.com

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں کہ فرشتے نے مجھے پکڑ کر خوب زور سے دبایا اور چھوڑ کر کہا:

''پڑھیے۔''

میں نے پھر کہا:

''میں پڑھا ہوا نہیں ہوں۔''

اس نے پھر مجھے پکڑ کر دبایا اور تیسری مرتبہ مجھ سے کہا:

''اِقْرَا بِاسْمِ رَبِّکَ الَّذِیْ خَلَقَ۔''

ترجمہ: پڑھیے اپنے اس رب کے نام سے جس نے پیدا کیا۔''

ان تمام روایات کی بنیاد پر یہ غار انتہائی متبرک ہے۔ ہم جب جبلِ نور کے سامنے پہنچے اور اسامہ نے جب کہا، یہ ہے جبلِ نور ... یعنی جبلِ حرا ... اور وہ دیکھیے ... اس پہاڑ کی چوٹی ... جس پر وہ مقدس ترین غار ہے ... تو ہم سب نے سر اوپر اٹھا دیے ... نیچے سے لے کر اوپر تک نظر لے جاتے اور چوٹی پر رک جانے پر ایک عجیب سی حیرت ہوئی ... پہلا خیال یہ آیا کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کتنی اونچائی پر چڑھا کرتے تھے اس غار میں جانے کے لیے ... کس قدر مشقت اٹھاتے تھے آپ ... حیرت کے ساتھ ساتھ دل درد سے بھر آیا ...

پہاڑوں میں اللہ رب العزت نے یوں بھی بہت ہیبت رکھی ہے ... لیکن اس مقام کے رعب کا عالم ہی کچھ اور تھا ... ایسے میں اسامہ نے کہا:

''اشتیاق صاحب ... کیا خیال ہے ... جائیں گے غارِ حرا تک ... بہت مشکل چڑھائی ہے۔''

جواب میں میں نے فوراً کہا:

''بہت حسرت ہے اس غار کو دیکھنے کی ... لہٰذا آج یہ حسرت ضرور پوری کروں گا۔''

''تو پھر آیئے۔'' اسامہ نے کہا۔

اور ہم سب اوپر چڑھنے لگے ... چڑھائی واقعی بہت مشکل ہے ... ایک دو منٹ چڑھنے کے بعد ہی ہمارے سانس پھولنے لگے ... تاہم ہم قدم اٹھا رہے تھے ... ایسے میں خیال آ رہا تھا۔

''آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کس طرح اتنی اونچائی پر پہنچتے ہوں گے؟''

اچانک میرے اندر سے آواز اٹھی:

''نبیوں میں عام آدمی سے چالیس گنا زیادہ طاقت ہوتی ہے۔''

یہ خیال آتے ہی میرا سر ہلنے لگا ... جیسے میں اپنے آپ سے کہہ رہا تھا:

''ہاں! ضرور یہی بات ہے۔''

دوپہر ہو چلی تھی ... دھوپ شدید تھی، مکہ معظمہ میں موسم یوں بھی شدید گرم ہوتا ہے ... اور ہم سب تھے بھی روزے سے ... پھر سب سے پہلے ڈاکٹر صادق صاحب تھک کر ایک جگہ بیٹھ گئے باقی آگے چلتے رہے ... تھکن برابر بڑھ رہی تھی ...

''اشتیاق صاحب ... تھک گئے ہیں تو واپس چلتے ہیں ... علماء نے غارِ حرا دیکھنے کو لازم اور ملزوم قرار نہیں دیا ... جو چڑھ سکتا ہے ... وہ چڑھ جائے ... ورنہ نہ چڑھے ... مطلب یہ کہ خود کو مشقت میں نہ ڈالے۔''

اسامہ کی بات سن کر میں نے سر ہلا دیا اور مسکراتے ہوئے بولا:

''نہیں بھئی ... میں تو اوپر جاؤں گا ... پتا نہیں ... پھر ایسا موقع ملے گا یا نہیں۔''

اسامہ مسکرانے لگے ... اور ہم برابر اوپر کی طرف قدم اٹھاتے رہے ... ہمیں کافی

M Safdar Urdufanz.com

جھک کر چلنا پڑ رہا تھا... آخر ہم نصف چڑھائی تک پہنچ گئے اس جگہ سے اوپر سعودی حکومت نے سیڑھیاں بنوادی ہیں... گویا اس جگہ سے چڑھائی آسان ہوگئی ہے... اب جب کہ باقی چڑھائی ان سیڑھیوں کی وجہ سے آسان نظر آ رہی تھی... میں اچانک پریشان ہوگیا... میرے دل میں اچانک درد شروع ہوگیا تھا اور اس وقت مجھے یاد آیا... میں تو دل کا مریض ہوں... مجھے یہ بات یاد ہی نہیں رہی تھی کہ ایسی چڑھائی پر چڑھنا دل کے مریض کے لیے خطرناک ہوتا ہے... اب جب درد ہوا تو یاد آیا... میں نے فوراً اسامہ سے کہا:

''بھائی اسامہ صاحب! میرے دل میں درد شروع ہوگیا ہے... اور مجھے ابھی ابھی یہ بات یاد آئی ہے کہ میں دل کا مریض ہوں۔''

''اوہ۔'' اسامہ کے منہ سے نکلا... مفتی صاحب کے فرزند محمد صاحب بھی نزدیک آگئے اور میری طرف تشویش بھری نظروں سے دیکھنے لگے۔

''پھر کیا خیال ہے؟'' اسامہ بولے۔

''مجھے ڈر ہے... اگر میں مزید اوپر چڑھا تو دل کا درد بڑھ جائے گا... ہے بھی روزہ... دوا لے نہیں سکوں گا... اس لیے مصلحت اسی میں ہے کہ مزید اوپر نہ جاؤں... روزہ نہ ہوتا تب میں شاید اس درد کی اتنی پروا نہ کرتا۔''

''آپ ٹھیک کہتے ہیں... آپ کو مزید اوپر نہیں جانا چاہیے۔'' محمد بولے۔

''بس تو پھر ہم بھی یہیں سے واپس جائیں گے۔'' اسامہ نے فوراً کہا۔

اس طرح ہم کچھ دیر وہاں بیٹھے رہے... اور غار کی چوٹی کی طرف دیکھتے رہے... کچھ لوگ وہاں پہنچے ہوئے تھے... کچھ چڑھ رہے تھے تو کچھ اتر رہے تھے... گویا عشاق اپنے عشق میں ڈوبے ہوئے تھے... مجھے اس وقت بہت رونا آیا... لیکن حالت

خراب ہوجانے کے خوف سے میں اپنی یہ خواہش پوری نہ کر سکا... آخر ہم سب نے وہیں سے واپسی کی ٹھانی... واپسی پر بھی ہم مڑ مڑ کر پہاڑ کی چوٹی کی طرف حسرت بھری نظروں سے دیکھتے رہے تھے... اس وقت اسامہ نے مجھے ایک عجیب بات بتائی...

انھوں نے بتایا:

''غار کے دروازے تک پہنچنے کے لیے دو پتھروں کے درمیان سے گزرنا پڑتا ہے۔ ان پتھروں کا درمیانی فاصلہ بہت کم ہے۔ اتنی جگہ سے کوئی دبلا پتلا آدمی تو گزر سکتا ہے، لیکن بھاری بدن والے کے لیے گزرنا مشکل ہے، لیکن اللہ کی قدرت کہ اس جگہ سے موٹے ترین آدمی بھی نہایت آسانی سے گزر جاتے ہیں...''

یہ بات سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی... اور میں نے دل میں خیال کرلیا کہ یہ اللہ کی قدرت ہے... واپسی پر ہم نے جبل ابوقبیس کی بھی زیارت کی۔ یہ مسجد حرام کے نزدیک صفا پہاڑی کے ساتھ واقع ہے۔ یہ زمین سے 121 میٹر اونچا ہے۔ ابوقبیس ایک شخص تھا۔ سب سے پہلے اس نے اس پہاڑ پر مکان بنایا تھا۔ اسی نسبت سے اسے جبل ابو قبیس کہا جانے لگا۔ کہا جاتا ہے کہ حجر اسود پہلے اس پہاڑ پر رکھا گیا تھا۔ یہ وہاں چالیس سال تک رہا، پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی تعمیر کردہ دیوار بیت اللہ میں نصب کر دیا گیا۔ جب یہ اتارا گیا تھا، اس وقت سفید شیشے کی طرح شفاف تھا۔

ایک حدیث میں اس پہاڑ کا ذکر یوں آتا ہے:

''ایک فرشتہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے عرض کیا:

اے محمد صلی اللہ علیہ وسلم! اگر آپ چاہیں تو میں ان دو پہاڑوں کو ان لوگوں پر گرادوں۔ (یعنی جو آپ کو جھٹلا رہے ہیں) نبیٔ رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا،

M Safdar Urdufanz.com

نہیں... ہوسکتا ہے، اللہ تعالیٰ ان کی اولاد کو ایمان لانے کی توفیق عطا فرما دیں۔"

فرشتے نے جس دوسرے پہاڑ کے بارے میں کہا تھا، وہ بھی جبلِ ابوقبیس کے ساتھ ہے... اس کا نام جبلِ قعیقعان ہے۔ یہ بلند و بالا پہاڑ مسجدِ حرام سے ملا ہوا ہے اور شمال مغرب کی سمت میں ہے۔ اس پہاڑ کے اور بھی کئی نام ہیں۔

اسی جبلِ ابوقبیس میں شعبِ ابی طالب ہے... یہ وہ گھاٹی ہے جس میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کے خاندان کے لوگوں نے تین مشکل ترین سال گزارے تھے۔

کافروں نے آپ کے خاندان والوں کا معاشرتی بائیکاٹ کر دیا تھا۔

شعبِ ابی طالب کے قریب ہی وہ مکان ہے جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس دنیا میں تشریف لائے تھے۔ اب اس جگہ ایک شان دار لائبریری ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک مرتبہ صحابہ کرام رضی اللہ عنھم سے فرمایا:

"تم میں سے جو شخص جنات کے معاملے کو دیکھنا چاہے، وہ میرے ساتھ آجائے۔"

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ ساتھ ہو لیے۔ آپ انھیں ساتھ لیے ایک جگہ پہنچے۔ اس جگہ کا نام معلاۃ تھا۔ آپ نے وہاں اپنے پاؤں مبارک سے ایک دائرہ کھینچا اور ان سے فرمایا:

"اس میں بیٹھ جاؤ۔"

جب حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ وہاں بیٹھ گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس جگہ سے کچھ آگے بڑھ کر کھڑے ہو گئے اور قرآنِ کریم کی تلاوت شروع کر دی... قرآن کی آواز پر جنات جھنڈ کے جھنڈ آکر جمع ہونے لگے، حتیٰ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کی نظروں سے اوجھل ہو گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی آواز بھی ان تک پہنچنا بند ہو گئی۔ آخر وہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس

سے اس طرح چھٹنے لگے جیسے بادل چھٹتا ہے، البتہ جنات کی ایک جماعت بیٹھی رہی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے ساتھ فجر تک بات چیت کرتے رہے۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم ان کے پاس تشریف لے آئے اور صحابۂ کرام سے فرمایا:

"میں نے ان جنات کو ہڈی اور گوبر توشے کے طور پر دیا ہے، لہٰذا تم لوگوں کو ہڈی اور گوبر سے استنجا نہیں کرنا چاہیے۔"

گوبر اور ہڈی جنات کی خوراک ہیں... اس لیے ہمیں منع فرمایا کہ ان سے استنجا کر کے انھیں آلودہ نہ کیا جائے۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جنات اس دائرے کی طرف آتے تھے، لیکن دائرے میں داخل نہیں ہو پاتے تھے۔

اسی جگہ "مسجدِ جن" واقع ہے۔ اس مسجد کا نام مسجدِ جن اس لیے رکھا گیا کہ یہاں جنات کی ایک بڑی جماعت نے آپ کے ہاتھ مبارک پر اسلام قبول کیا تھا۔ اس مسجد کا دوسرا نام مسجدِ حرس ہے۔

مسجدِ جن کے سامنے ہی ایک مسجد اور ہے، اس کا نام مسجدِ شجرہ ہے... یعنی درخت والی مسجد۔ اس کے بارے میں مشہور ہے کہ ایک مرتبہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار کے جھٹلانے کی وجہ سے بہت غمگین تھے۔ اس حالت میں آپ نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی:

"اے اللہ! آج مجھے کوئی ایسی نشانی دکھا دیجیے کہ پھر مجھے اپنی قوم کے جھٹلانے کی پروا نہ رہے۔"

آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہا گیا کہ اس درخت کو اپنی طرف بلائیے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے درخت کو بلایا تو وہ زمین کو چیرتا ہوا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اس نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو سلام کیا۔ پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے واپس جانے کا اشارہ

M Safdar Urdufanz.com

فرمایا تو وہ واپس چلا گیا۔ اس پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"اب مجھے قوم کے جھٹلانے کی کوئی پروا نہیں۔"

یہ معجزہ نبوی حجون کے مقام پر پیش آیا... اسے معلاۃ بھی کہتے ہیں... مسجد شجرہ اسی جگہ واقع ہے۔

مسجد حرام سے چار کلو میٹر کے فاصلے پر جنوبی سمت میں جبلِ ثور ہے۔ یہ زمین سے 458 میٹر اونچا ہے۔ اس میں غارِ ثور ہے... وہی غارِ ثور جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہجرت کے موقعے پر تین دن گزارے تھے... یہ غار ایک ایسی کشتی کی مانند ہے جسے الٹا رکھ دیا جائے۔ غار کی اندرونی بلندی 125 میٹر ہے۔ یہ ساڑھے تین میٹر لمبا اور اتنا ہی چوڑا ہے۔ اس کے دو دہانے ہیں۔ ایک دہانہ مغربی سمت میں ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس سے اندر داخل ہوئے تھے۔ اس دہانے سے صرف لیٹ کر ہی اندر داخل ہوا جا سکتا تھا... بعد میں اسے کشادہ کیا گیا تاکہ لوگ آسانی سے اندر داخل ہو سکیں۔ اس غار کا دوسرا دہانہ مشرقی سمت میں ہے۔ یہ مغربی دہانے سے زیادہ کشادہ ہے اور بعد میں بنایا گیا ہے تاکہ لوگوں کو نکلنے میں آسانی ہو۔ دونوں دروازوں کا درمیانی فاصلہ ساڑھے تین میٹر ہے۔ اس غار تک چڑھنا بہت دشوار ہے۔ غار تک پہنچنے میں تقریباً ڈیڑھ گھنٹا لگتا ہے... غار پہاڑ کی چوٹی سے کچھ نیچے ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہجرت کے سفر میں جب یہاں پہنچے تو پہلے ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار میں داخل ہوئے تھے اور غار کو اچھی طرح صاف کیا تھا کہ کہیں کوئی موذی جانور یا کیڑا ہو تو اس کی تکلیف خود برداشت کر لیں... آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو کوئی تکلیف نہ پہنچے۔ جب ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ غار کو صاف کر چکے، تب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اندر داخل ہوئے۔

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے صاحب زادے حضرت عبداللہ رضی اللہ عنہ سارا دن مکہ معظمہ میں رہتے اور رات کو غار میں آ کر مکہ کے حالات آپ کو سناتے۔ پھر صبح سویرے منہ اندھیرے واپس چلے جاتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے غلام حضرت عامر بن فہیرہ رضی اللہ عنہ دن کے وقت اس انداز سے بکریاں چراتے کہ حضرت عبداللہ بن ابی بکر رضی اللہ عنہ کے پیروں کے نشانات مٹ جائیں اور دشمن سراغ نہ لگا سکیں۔

اس مبارک غار کا ذکر اللہ تعالیٰ نے سورہ توبہ کی آیت (40) میں فرمایا ہے۔ ترجمہ یہ ہے: "اگر تم پیغمبر کی مدد نہیں کرو گے تو یاد رکھو، اللہ ان کی نازک وقت میں مدد کر چکا ہے۔ جب کافروں نے انھیں اس حال میں جلاوطن کیا تھا کہ دو شخصوں میں سے وہ ایک تھے۔ جس وقت دونوں غار میں تھے۔ اس وقت یہ پیغمبر اپنے ساتھی سے فرما رہے تھے کہ کچھ غم نہ کر، یقیناً اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے پیغمبر پر تسکین نازل فرمائی اور اپنے پیغمبر کی مدد ایسے لشکروں سے کی جنھیں تم دیکھ نہیں سکتے۔"

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ غار میں تھا کہ مشرکین مکہ ہمیں ڈھونڈتے ہوئے غار تک پہنچ گئے۔ میں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا:

"یا اللہ! اگر ان میں سے کسی نے بھی اپنے قدم کی طرف نیچے دیکھا تو ان کی نظر ہم پر پڑ جائے گی۔"

جواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارا کیا خیال ہے، ان دو کے بارے میں جن کے ساتھ تیسری ذات اللہ کی ہو۔"

M Safdar Urdufanz.com

تین راتیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اسی غار میں گزاریں۔ جب اطمینان ہوگیا کہ اب دشمن تلاش میں نہیں نکلے گا تو راستے کی رہنمائی کے لیے عبداللہ بن اریقط دو سواریوں کے ساتھ وہاں آپہنچا۔ یہ شخص راستوں کا واقف تھا۔ مسلمان نہیں تھا، لیکن اعتبار کے قابل تھا... اس سے پہلے ہی اجرت طے کرلی گئی تھی۔

ایک اونٹنی پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم سوار ہوئے، دوسری پر حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ اپنے غلام کے ساتھ سوار ہوئے تو اس طرح ہجرت کا یہ سفر مکمل ہوا تھا۔

اب ٹھہری کہ میدانِ عرفات، منیٰ اور مزدلفہ بھی ہو ہی آئیں، چنانچہ پہلے ہم منیٰ پہنچے۔ منیٰ بہت بڑا میدان ہے۔ اس میں حج کی نیت سے آنے والے تمام لوگ 8 ذی الحجہ کو پہنچ جاتے ہیں، کیونکہ یہاں سے 9 ذی الحجہ کو میدانِ عرفات پہنچنا ہوتا ہے۔

عرب لوگوں کے نزدیک منیٰ ایسی جگہ کو کہتے ہیں جہاں لوگ جمع ہوتے ہیں۔ منیٰ مکہ اور مزدلفہ کے درمیان میں ہے۔ مسجدِ حرام سے مشرقی جانب 7 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ مکہ معظمہ سے اگر سرنگ کے راستے پیدل منیٰ تک جائیں تو یہ فاصلہ 4 کلومیٹر رہ جاتا ہے۔ حجاج 8، 11، 12 اور 13 ذی الحجہ کو رات وہیں بسر کرتے ہیں۔ اس سلسلے میں اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

''اور گنتی کے چند دنوں میں اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ پھر جو کوئی منیٰ سے جلدی کر کے دو ہی دن میں چلا گیا تو اس پر کوئی گناہ نہیں اور جس نے دو دن کی تاخیر کی، اس پر بھی کوئی گناہ نہیں، یہ سب باتیں اس کے لیے ہیں جو اللہ سے ڈرے۔ (سورۃ البقرہ:203)

یہ مقام حدودِ حرم میں ہے۔ یہیں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے شیطان کو کنکریاں ماری تھیں جب وہ آپ کے راستے میں رکاوٹ بنا تھا۔ اس مقام پر حضرت

اسماعیل علیہ السلام کے بدلے میں جنت سے آیا ہوا دنبہ ذبح کیا گیا تھا۔ حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی سنتِ ابراہیمی پر عمل کرتے ہوئے انھی تین مقامات پر کنکریاں ماریں اور جانور ذبح فرمائے۔ اسی سنت پر عمل کرتے ہوئے تمام حجاج کرام جمرات یعنی شیطانوں کو کنکریاں مارتے ہیں اور قربانی کرنے والے قربانی کرتے ہیں۔ اسی مقام پر مسجدِ خیف ہے۔ اس میں بہت سے انبیاء علیہم السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نمازیں ادا کی ہیں۔ اسی منیٰ کے ایک پہاڑ کے دامن میں حضرت انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر پہلی اور دوسری بیعتِ عقبہ کی... انھی دو بیعتوں کے نتیجے میں مدینہ منورہ میں اسلام پھیلا اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مدینہ منورہ ہجرت کی۔ منیٰ میں سورۃ النصر اور سورۃ المرسلات نازل ہوئیں... حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے منیٰ میں تین راتیں گزاریں... اور قربانی کے بعد فرمایا:

''میں نے اس جگہ قربانی کی ہے اور سارا منیٰ قربان گاہ ہے، لہٰذا اپنے اپنے خیمے میں قربانی کرو۔''

منیٰ میں تین جمرات ہیں، پہلے کو چھوٹا جمرہ، دوسرے کو درمیانہ اور تیسرے کو بڑا جمرہ کہتے ہیں۔ رمی جمرات کا مطلب ہے، کنکریاں مارنا۔ یہ حج کے واجبات میں سے ہے۔ رمی کرنا ابراہیم علیہ السلام کی سنت ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی پیروی کا حکم قرآنِ کریم میں دیا ہے۔ سورہ ممتحنہ کی آیت 6 میں ہے:

''ابراہیم کی زندگی تمہارے لیے اچھا نمونہ ہے۔''

یہ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم کی پیروی بھی ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حج کے دوران رمی فرمائی اور فرمایا:

M Safdar Urdufanz.com

"مجھ سے احکامِ حج سیکھو۔"

گویا کنکریاں مارنا اس جذبے کا اظہار ہے کہ شیطان ہمارا ازلی دشمن ہے۔ ہم اسے کنکریاں مار رہے ہیں۔ پتھروں کے ان ستونوں کو کنکریاں مارنے سے شیطان کی توہین ہوتی ہے۔

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جس وقت حضرت جبریل علیہ السلام، ابراہیم علیہ السلام کو حج کے مناسک کی ادائیگی کے لیے لے چلے تو جمرہ عقبہ کے پاس شیطان ظاہر ہوا۔ آپ نے اس پر سات کنکریاں ماریں۔ اس سے وہ چلا گیا۔ درمیانی جمرے کے پاس پھر نمودار ہوا۔ آپ نے پھر سات کنکریاں ماریں۔

10 ذی الحجہ کو چاشت کے وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بڑے جمرے کو کنکریاں ماریں۔ پھر 11، 12 اور 13 ذی الحجہ کو زوال کے بعد تینوں جمرات کو کنکریاں ماریں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

"رمی کرنے اور صفا مروہ کی سعی کرنے کا مقصد اللہ کا ذکر کرنا ہے۔"

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ذی الحجہ کو جمرات کے درمیان خطبہ دیا۔ اس میں آپ نے ارشاد فرمایا:

"لوگو! آج کیا دن ہے۔"

لوگوں نے کہا:

"آج احترام والا دن ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"یہ کون سا شہر ہے؟"

لوگوں نے کہا:

"یہ احترام والا شہر ہے۔"

پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا:

"یہ کون سا مہینا ہے۔"

لوگوں نے کہا:

"یہ احترام والا مہینا ہے۔"

اب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

"تمہارا مال، تمہارا خون اور تمہاری عزت و ناموس ایک دوسرے پر حرام ہے جس طرح 10 ذی الحجہ کا دن، مکہ شہر اور ذی الحج مہینے کی عزت پامال کرنا حرام ہے۔"

یہ جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار دہرایا۔ پھر آسمان کی طرف منہ کر کے فرمایا:

"اے اللہ! کیا میں نے پہنچا دیا؟ یہاں جو لوگ موجود ہیں، وہ میری باتیں ان لوگوں تک پہنچا دیں جو غائب ہیں، میرے بعد دین سے نہ پھر جانا... کہ آپس میں ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔"

تینوں جمرات پر گول دائروں میں پتھروں کے ستون بنے ہوئے ہیں۔ لوگ عام طور پر انھیں شیطان کہتے ہیں۔ ان کی حقیقت یہ ہے کہ یہ اس جگہ کی نشان دہی کرتے ہیں جہاں شیطان ظاہر ہوا تھا اور حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اسے کنکریاں ماری تھیں۔ ان ستونوں کے اردگرد حوض نما دائرے ہیں۔ کنکریاں ان میں جمع ہوتی رہتی ہیں۔

منیٰ سے ہم مزدلفہ گئے۔ حاجی لوگ یہاں رات کے اندھیرے میں پہنچتے ہیں، وقوف عرفات کے بعد حاجی صاحبان کو رات کے وقت یہاں پہنچنا ہوتا ہے اور

M Safdar Urdufanz.com

رات یہاں گزارنا ہوتی ہے۔ یہاں مغرب اور عشاء کی نماز ایک ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ دونوں نمازوں کے لیے ایک اذان کہی جاتی ہے... البتہ تکبیر الگ الگ کہی جاتی ہے۔ یہاں سے حجاج نمازِ فجر کے بعد منیٰ کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ بڑے شیطان کو کنکریاں مارنے کے لیے مزدلفہ سے چنی جاتی ہیں۔

مزدلفہ سے ہم میدانِ عرفات پہنچے... عرفہ کا مطلب ہے پہچاننا۔ حضرت آدم علیہ السلام اور حضرت حوا علیہ السلام جنت سے زمین پر اترے تو دونوں ایک دوسرے سے دور تھے۔ آخر اس میدان میں پہنچ کر انھوں نے ایک دوسرے کو پہچانا۔ اس مناسبت سے اس جگہ کو عرفات کہا جانے لگا... اس نام کی ایک وجہ یہ بتائی جاتی ہے کہ اس جگہ لوگ اپنے گناہوں کا اعتراف کرتے ہیں۔

واضح رہے کہ حج کی مرکزی عبادت عرفات کی حاضری ہے۔ حج کے دن یعنی 9 ذی الحجہ کو تمام حجاج کی اس میدان میں موجودگی ضروری ہے... نشانات لگے ہوئے ہیں، ان نشانات کے اندر رہنا ہوتا ہے... میدانِ عرفات مسجدِ حرام کے جنوب مشرق میں 22 کلومیٹر کے فاصلے پر واقع ہے۔ اس میدان کا کل رقبہ 104 کلومیٹر مربع زمین ہے۔

یہاں حاجی ظہر اور عصر دونوں نمازیں ایک ساتھ ظہر کے وقت ادا کرتے ہیں۔ اس مبارک میدان کا سب سے اہم عمل دعائیں کرنا ہے۔ حج کے تمام اعمال کی جان اور پورے حج کا نچوڑ یہی وقوفِ عرفہ ہے۔ یعنی حج کے دن وہاں ٹھہرنا۔

اسی میدان میں جبلِ رحمت ہے۔ اس کے پاس کھڑے ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے عرفہ کے دن اللہ تعالیٰ کے حضور دعائیں کی تھیں... اور اسی میدان میں مسجدِ نمرہ بھی ہے۔ مسجد کی مغربی سمت میں ایک چھوٹی سی پہاڑی ہے۔ اس کا نام نمرہ ہے، اسی پہاڑی کی نسبت سے اس مسجد کا نام مسجدِ نمرہ ہے۔ عرفہ کے دن آنحضرت صلی اللہ علیہ

وسلم نے یہیں ایک خیمے میں قیام فرمایا تھا۔ زوال کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریب ہی وادیٔ عرفات میں خطبہ دیا تھا اور نماز کی امامت فرمائی تھی... پھر جبلِ رحمت کے پاس قبلہ رخ ہو کر دعائیں کی تھیں... غروب آفتاب کے بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم یہاں سے مزدلفہ روانہ ہوئے تھے۔

میدانِ عرفات میں جبلِ رحمت کے دامن میں دائیں طرف چڑھائی پر، زمین سے کچھ بلندی پر مسجد صخرہ واقع ہے۔ اس کے گرد چھوٹی سی چار دیواری ہے۔ اس کے اندر وہ چٹانیں ہیں جن کے نزدیک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم عرفات کے دن قصواء اونٹنی پر تشریف فرما تھے اور دعاؤں میں مشغول رہے تھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہر اور عصر کی نماز مسجد نمرہ کی جگہ پر ادا فرمائی تھی۔ پھر اونٹنی پر سوار ہو کر قبلہ رخ رہتے ہوئے سورج غروب ہونے تک دعاؤں میں مشغول رہے تھے۔ یہیں یہ آیت نازل ہوئی:

''آج کے دن میں نے تمہارے دین کو مکمل کر دیا ہے اور میں نے اپنی نعمت پوری کر دی ہے اور میں نے تمہارے لیے اسلام کو بطور دین منتخب کیا ہے۔'' (سورہ مائدہ:3)

جبلِ رحمت ایک چھوٹا سا پہاڑ ہے۔ یہ میدانِ عرفات کی مشرقی سمت میں سڑک نمبر 7 اور 8 کے درمیان ہے۔ یہ سخت پتھر والی پہاڑی ہے۔ مسجدِ نمرہ سے اس کا فاصلہ تقریباً ڈیڑھ کلومیٹر ہے۔ اس پر چڑھنے کے لیے سیڑھیاں بنائی گئی ہیں۔ ان سیڑھیوں پر لوگ قسم قسم کی چیزوں کی دکانیں سجائے بیٹھے تھے۔ مسجد صخرہ اس پہاڑی کے نیچے ہے۔

عرفات کی حدود سے باہر ایک وادی جس کا نام عرنہ ہے، حجۃ الوداع کے موقع پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وادی میں مشہور ترین خطبہ دیا تھا۔ اس لحاظ سے اس وادی کی بھی ایک شان ہے۔ اس خطبے میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا تھا:

M Safdar Urdufanz.com

''اے لوگو! تمہارا خون، تمہارا مال ایک دوسرے پر اسی طرح حرام ہے جس طرح آج کا یہ دن، یہ مہینہ اور یہ شہر حرمت والا ہے۔ خوب سمجھ لو، جاہلیت کی ہر چیز میرے پیروں تلے ہے۔ میں جاہلیت کے تمام خون معاف کرتا ہوں۔ سب سے پہلے میں اپنے خاندان کے ربیعہ بن حارث کے بیٹے کا خون معاف کرتا ہوں جو بنوسعد کے ہاں دودھ پیتا تھا اور قبیلہ ہذیل کے لوگوں نے اسے قتل کر دیا تھا۔ اسی طرح میں جاہلیت کے زمانے کا سود معاف کرتا ہوں۔ سب سے پہلا سود جو میں ختم کرتا ہوں، وہ ہمارے خاندان کے عباس بن عبدالمطلب کا ہے۔

اے لوگو! عورتوں کے معاملے میں اللہ سے ڈرو! تم نے انھیں اللہ کی امانت سمجھ کر لیا ہے۔ ان کی عزت اور عصمت کو تم نے اپنے لیے اللہ کے حکم سے حلال کیا ہے۔ تمہارا ان پر یہ حق ہے کہ ان کے پاس کوئی ایسا شخص نہ آئے جو تمہیں ناپسند ہو۔ اگر وہ ایسا کریں تو انھیں مناسب سزا دو۔ ان کا تم پر حق ہے کہ کھانے پینے کا انتظام کرو۔ حیثیت کے مطابق لباس و پوشاک مہیا کرو۔ میں تمہارے پاس اللہ کی کتاب چھوڑے جا رہا ہوں۔ اس کو تھامے رہنے سے تم گمراہ نہیں ہوں گے۔ تم سے میرے بارے میں پوچھا جائے گا، بتاؤ تم کیا جواب دو گے۔''

لوگوں نے کہا:

''ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ نے دین ہم تک پہنچا دیا بلکہ پہنچانے کا حق ادا کر دیا، ہماری بھلائی اور خیر خواہی میں کوئی کسر اٹھا نہیں رکھی۔''

صحابہ کرام رضی اللہ عنھم کے الفاظ سن کر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

''اے اللہ! تو گواہ رہنا... اے اللہ تو گواہ رہنا، اے اللہ تو گواہ رہنا۔''

یہیں ہم نے نہر زبیدہ بھی دیکھی۔ یہ نہر عباسی خلیفہ ہارون رشید کی بیوی زبیدہ نے

بنوائی تھی۔ مسجد حرام سے 36 کلومیٹر کے فاصلے پر حنین میں واقع وادی نعمان سے شروع ہو کر عرفات اور وادی عرنہ سے گزرتی ہوئی منیٰ کے نشیبی علاقے سے ہو کر مکہ مکرمہ پہنچتی تھی۔ تقریباً بارہ سو سال تک مکہ کے لوگ اس نہر سے سیراب ہوتے رہے... مسلمان حکمران اس کی مرمت بھی کراتے رہے... یہ نہر اب تک موجود ہے... خشک پڑی ہے... اور جگہ جگہ سے ٹوٹ پھوٹ کا شکار بھی ہو چکی ہے۔

میدانِ عرفات سے ہی ہم نے واپسی کی ٹھانی... ہوٹل پہنچے تو مفتی صاحب سے ملاقات ہوئی... پوچھنے لگے:

''بھلا آج کیا کیا دیکھا... کہاں کہاں گئے؟''

یہ سوال انھوں نے خاص طور پر مجھ سے پوچھا تھا... شاید وہ جاننا چاہتے تھے کہ میں ان مقامات کے بارے میں بتا سکتا ہوں یا نہیں... میں نے انھیں تمام مقامات کے نام بتا دیے... اس پر مفتی صاحب مسکرا دیے... گویا ان کا اطمینان ہو گیا تھا کہ میں سفرنامے میں ان مقامات کا ذکر کر سکوں گا۔

حرم میں اب ہمارا معمول یوں تھا۔ تہجد کے وقت حرم میں پہنچ جاتے... طواف کرتے، نوافل ادا کرتے، پھر فجر کی نماز ادا کرتے اور ہوٹل آ جاتے... کچھ دیر آرام کے بعد غسل وغیرہ سے فارغ ہو کر ظہر کے لیے گیارہ بجے کے قریب ہی حرم میں چلے جاتے... مولانا بشیر صاحب قدرے تاخیر سے آتے تھے، اس لیے میں ان کی جگہ روک لیتا... وہ آتے نظر آتے تو ہاتھ کے اشارے سے انھیں بتاتا کہ میں کہاں ہوں، وہ مسکراتے ہوئے میری طرف آ جاتے اور اپنی جگہ پر بیٹھ جاتے... ظہر کے بعد پھر ان کا مخصوص جملہ سننے کو ملتا۔

''اشتیاق صاحب! اب ہم چلتے ہیں اپنے اصل مقصد کی طرف... عشق کی منازل

M Safdar Urdufanz.com

طے کرنے کے لیے اصل مقصد حاصل کرنا بہت ضروری ہے..." یہ کہتے ہی وہ لمبی تان کر آنکھیں بند کر لیتے اور میں مسکراتا رہ جاتا...

عصر سے پہلے پھر حرم پہنچ جاتے اور باب مدینہ کے بالکل سامنے میزاب رحمت کی سیدھ میں مطاف میں بیٹھ کر ذکر شروع کر دیتے... مفتی صاحب... مولانا بشیر صاحب، ڈاکٹر صادق صاحب اور میں ساتھ ساتھ بیٹھے ذکر کرتے رہتے۔ مفتی صاحب کے صاحب زادے محمد اور اسامہ بھائی افطاری کا انتظام کرنے کے لیے چلے جاتے... یہ انتظام خاص طور پر ہر روز اس لیے بھی کرنا پڑتا تھا کہ مفتی صاحب سے ملاقات کے لیے علمائے کرام بھی افطاری سے پہلے وہاں پہنچ جاتے تھے... جب تک ہم وہاں رہے، یہ ملاقاتیں باقاعدہ جاری رہیں... مولانا مکی صاحب سے بھی کئی ملاقاتیں ہوئیں، ایک روز مفتی صاحب نے رات کے کھانے کے لیے انھیں ہوٹل میں مدعو بھی کیا، جواب میں ان کی طرف سے بھی دعوت دی گئی...

مدینہ منورہ کی دعوتوں کا ذکر میں بھول گیا... مدینہ منورہ قیام کے دوران مفتی صاحب کی لوگوں نے خوب دعوتیں کی تھیں اور ان کے ساتھ یہ دعوتیں ہمیں بھی اڑانا پڑی تھیں... سچ یہ ہے کہ وہ دعوتیں آج تک یاد ہیں... ان دعوتوں میں ایسے کھانے کھانے کا بھی اتفاق ہوا جو ہم نے زندگی میں پہلے نہیں کھائے تھے۔ بہر حال مکہ معظمہ میں بھی چند دعوتیں ہوئیں...

افطاری سے پہلے ایک روز مطاف میں ایک عجیب منظر نظر آیا... اس کی طرف مجھے مفتی صاحب کے صاحب زادے نے متوجہ کیا... میں نے دیکھا، کچھ ہی فاصلے پر ایک شخص دونوں ہاتھوں کو سر سے اوپر اٹھائے کھڑا ہے... ہاتھوں کے اٹھانے کا انداز دعا کا تھا... میں نے خیال کیا کہ دعا مانگ رہا ہے... میں نے یہی خیال ظاہر کر دیا، جواب

میں بھائی محمد مسکرائے اور نفی میں سر ہلا دیا:

"کیا مطلب... یہ دعا نہیں مانگ رہا تو کیا کر رہا ہے۔" میں نے چونک کر پوچھا۔

"ابھی دیکھ ہی لیں گے۔" وہ بولے۔

عین اس لمحے ان صاحب کے ہاتھ اسی انداز میں پھیلے ہوئے نیچے آئے اور وہ رکوع کے انداز میں جھک گئے... سجدے میں گئے... سجدے سے اٹھ کر کھڑے ہوئے تو ان کے دونوں ہاتھ پھر اسی طرح آسمان کی طرف بلند ہو گئے... گویا یہ ان کا نماز میں قیام کا طریقہ تھا۔

اس طرح کسی کو نماز پڑھتے میں نے زندگی میں پہلی بار دیکھا تھا... بہت حیرت ہوئی... اسی طرح ایک دن عشاء کی نماز کے بعد میں تراویح شروع ہونے کے انتظار میں بیٹھا تھا کہ پیچھے سے ایک صاحب آ کر میرے ساتھ بیٹھ گئے... ان کے ہاتھ میں قرآن تھا... اسی وقت امام صاحب تراویح کے لیے اٹھ کھڑے ہوئے... ہم سب کھڑے ہو گئے... میں نے دیکھا، ان صاحب نے قرآن ریک میں نہیں رکھا تھا... بدستور ان کے ہاتھ میں تھا... امام صاحب نے اللہ اکبر کہا تو انھوں نے بھی اسی حالت میں اللہ اکبر کہا... یعنی قرآن ان کے دائیں ہاتھ میں تھا... قرآن سمیت انھوں نے تکبیر کہنے کے لیے ہاتھ اٹھایا... اور پھر ہاتھ باندھ لیے... یعنی اس طرح کہ قرآن اب بھی ان کے دائیں ہاتھ میں تھا... میں بہت حیران تھا کہ انھوں نے قرآن ریک میں رکھ کیوں نہیں دیا... سامنے ہی تو قرآن شریف کا ریک موجود تھا۔ ادھر امام صاحب نے سورہ فاتحہ کے بعد سورۃ البقرہ شروع کی... ادھر ان صاحب نے قرآن کھول لیا۔ اب جو الفاظ امام صاحب قرأت کر رہے تھے... وہ ان الفاظ پر نظر دوڑا رہے تھے... اس طرح انھیں صفحہ بھی الٹنا پڑا... پھر امام صاحب نے رکوع کیا تو انھوں نے قرآن میں انگلی رکھ کر اس کو

M Safdar Urdufanz.com

بند کیا اور رکوع میں چلے گئے ... یعنی قرآن اب ان کے دائیں گھٹنے سے لگا ہوا تھا... قومے میں قرآن ہاتھ میں لٹک رہا تھا... سجدے میں گئے تو قرآن صف سے لگ رہا تھا ... اسی طرح دو سجدے پورے کرنے کے بعد جب سب اٹھے ... تو وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے اور ہاتھ باندھ کر کھڑے ہو گئے ... قرآن اسی طرح ان کے دائیں ہاتھ میں تھا... بیس کی بیس تراویح انھوں نے اسی طرح ادا کیں... یہ منظر اور یہ طریقہ بھی زندگی میں پہلی بار دیکھنے کا اتفاق ہوا تھا... تراویح کے بعد میں نے مفتی صاحب سے یہ ذکر کیا تو وہ مسکرائے اور فرمانے لگے:

''پتا نہیں! یہ کس ملک کے لوگ ہیں... میں نے بھی چند لوگوں کو اس طرح نماز پڑھتے دیکھا ہے۔''

ہماری واپسی کا دن نزدیک آ چلا تھا... ایسے میں ایک دن مفتی صاحب نے فرمایا:

''اشتیاق صاحب... آپ اور ڈاکٹر صادق صاحب ایک عمرہ اور کر لیں۔''

''جی اچھا!'' ہم نے ایک ساتھ کہا۔

اس روز ہم تراویح کے بعد مسجدِ عائشہ گئے ... تاکہ احرام باندھ کر عمرہ کر سکیں ... وہ رات عمرہ کرتے بسر ہوئی ... فجر کی نماز کے بعد ہم نے سر کے بال منڈوائے اور ہوٹل آ کر غسل کیا... اس طرح یہ ہمارا تیسرا عمرہ ہو گیا تھا... ہر روز قریب قریب دو طواف بھی کر لیتے تھے۔

اور پھر 7 اکتوبر کا دن آ گیا ... 8 اکتوبر کو ہمیں واپس روانہ ہونا تھا۔ تراویح سے فارغ ہوئے تو اسامہ نے کہا:

''آج تمام رات ہم خریداری کریں گے۔ مفتی صاحب کو بہت زیادہ سامان خریدنا ہوتا ہے۔''

''وہ کیوں؟'' میں نے پوچھا۔

''پاکستان پہنچنے پر جتنے لوگ ان سے ملنے آئیں گے، وہ ہر ایک کو کچھ نہ کچھ دیں گے ... اس طرح ٹوپیاں، تسبیح، رومال، جاء نماز اور اس قسم کی بے شمار چیزیں خریدی جائیں گی، لہٰذا آپ بھی ساتھ چلیں اور جو چیز خریدنا ہو، خرید لیں۔''

''میں تو بس کھجوریں اور آبِ زم زم لے جانا پسند کروں گا... بچوں کے لیے چیزیں لاہور سے خرید لوں گا... یہاں بہت مہنگی ہیں ... کھجوریں پہلے ہی مدینہ منورہ سے لے چکا ہوں... آبِ زم زم کے کینوں کا بندوبست آپ لوگ کر ہی لیں گے۔''

''ہاں! وہ ہو جائے گا۔'' اسامہ مسکرا دیے۔

اور پھر واقعی ان حضرات نے وہ تمام رات خریداری میں گزار دی ... میں نے کچھ وقت کمرے میں گزارا۔ پھر طواف کرنے کی نیت سے حرم میں چلا آیا... طواف کر کے لوٹا تو سب لوگ غائب تھے ... البتہ کمرہ سامان سے بھرا نظر آیا... زم زم کے کین بھی رکھے نظر آئے ... گویا تیاریاں زور شور سے جاری تھیں ... میں مسکرا دیا اور لیٹ گیا... تہجد کے وقت اٹھا تو کمرہ اور بھی زیادہ سامان سے اٹا نظر آیا۔

مفتی صاحب نے رات ہی بتا دیا تھا کہ صبح ہم لوگ اشراق پڑھ کر جدہ ائیر پورٹ کی طرف روانہ ہوں گے ... اس سے پہلے پہلے جو کچھ کرنا ہے کر لیں۔ میں اور ڈاکٹر صادق صاحب طواف کی نیت سے حرم میں پہنچ گئے ... میں سوچ رہا تھا... یہ اس عمرے کا آخری طواف ہے ... فجر کی یہ نماز آخری نماز ہے، پھر نہ جانے یہاں آنا ہو گا یا نہیں... ان خیالات کے ساتھ ہی دل بھر آیا... ہم نے طواف کیا اور مقامِ ابراہیم پر دو رکعت ادا کرنے کے بعد دیر تک دعائیں کرتے رہے... اتنے میں فجر کی اذان ہو گئی... نماز ادا کی اور ہوٹل آ گئے، تاکہ سامان وغیرہ گاڑی میں رکھوا سکیں ... سامان گاڑی میں رکھوا کر

M Safdar Urdufanz.com

ہم پھر مطاف میں آ گئے اور نفل شروع کر دیے... نوافل کے بعد ہم سب کو ہوٹل کے سامنے پہنچنا تھا... گویا یہ ہمارے آخری نوافل تھے... میں نے سوچا... آخری نفل کا آخری سجدہ جتنا طویل ہو سکے، کر لوں... سو ایسا ہی کیا... بہت دیر تک سجدے میں رہا... آخر سلام پھیرا تو معلوم ہوا، ڈاکٹر صاحب، مفتی صاحب کے صاحب زادے محمد اور مولانا بشیر صاحب جا چکے ہیں... البتہ مفتی صاحب نظر آ گئے... میں ان کی طرف لپکا اور بولا:

''چلیں مفتی صاحب!''

''آپ چلیں... میں دو نفل ادا کروں گا، پھر آتا ہوں۔''

''تب پھر ساتھ چلیں گے... میں بیٹھ جاتا ہوں۔''

میں ان کے نزدیک بیٹھنے لگا تو وہ بولے:

''آپ وہاں سیڑھیوں پر بیٹھ جائیں۔''

انھوں نے پیچھے کی طرف اشارہ کیا۔

''جی اچھا!'' میں نے کہا... مجھے قدرے حیرت ہوئی کہ انھوں نے یہ کیوں فرمایا ہے۔

بعد میں اندازہ ہوا... وہ بھی آخری رکعت میں بہت لمبا سجدہ کرنا چاہتے تھے... میں سیڑھیوں پر جا بیٹھا۔ انھوں نے نفل شروع کر دیے... دوسری رکعت کے دوسرے سجدے میں گئے تو میں ان کے اٹھنے کا انتظار کرنے لگا...

مجھے دیر تک انتظار کرنا پڑا... پہلے میرا خیال تھا کہ میں نے اپنی نفل نماز کی آخری رکعت کا آخری سجدہ بہت طویل کیا ہے، لیکن سچ یہ ہے کہ مفتی صاحب کا وہ آخری سجدہ اس قدر طویل تھا کہ میں دل ہی دل میں شرمندہ ہوئے بغیر نہ رہ سکا۔

آخر انھوں نے نماز مکمل کی اور میری طرف آ گئے... میں پہلے ہی اٹھ کر کھڑا ہو چکا تھا...

''چلیے اشتیاق صاحب۔'' وہ بولے... ان کی آنکھیں بھیگی نظر آئیں۔

ہم ہوٹل کے سامنے آ گئے... سامان رکھا جا چکا تھا... اس کو باندھ بھی لیا گیا تھا... بس ہمارا انتظار ہو رہا تھا... آخر ہم گاڑی میں بیٹھ گئے، ہمارا ایئر پورٹ کی طرف سفر شروع ہوا... اس وقت دل کی حالت عجیب سی تھی... بھر بھر آ رہا تھا... ہم مڑ مڑ کر بیت اللہ کے میناروں کو دیکھ رہے تھے... جب تک مینار نظر آتے رہے، ہم دیکھتے رہے...

راستے میں مفتی صاحب مقامات کی طرف اشارہ کر کے بتا رہے تھے کہ یہ فلاں مقام ہے اور یہ فلاں... اس طرح ہم جدہ ایئر پورٹ پہنچے... اب وہاں سب سے بڑا مسئلہ تھا سامان کی کلیئرنس کا... اس کام میں مدد دینے کے لیے وہاں قلی لوگ ہوتے ہیں... وہ سودا طے کرتے ہیں کہ اتنی رقم لیں گے... تب آپ کے سامان کی کلیئرنس کرائیں گے... اب جو لوگ ان سے معاملہ طے نہیں کرتے، ان کے لیے وہاں ان گنت مشکلات منہ کھولے نظر آتی ہیں... مولانا بشیر صاحب اس قسم کے کاموں کے ماہر ہیں، انھوں نے یہ سارا معاملہ طے کیا... اب سامان ایئر پورٹ کی حدود میں لایا گیا... وہاں سے بورڈنگ کارڈ لینے تھے اور سامان کلیئر کرانا تھا اور سننے میں آیا تھا کہ اس کام میں دو گھنٹے لگ جائیں گے... اب وہاں ایک مسئلہ اور نظر آیا... ایئر پورٹ کے احاطے میں صرف چند بنچ تھے... ان پر خواتین بیٹھی تھیں... بہت سی خواتین بھی کھڑی نظر آئیں... گویا مردوں کے لیے تو بیٹھنے کی جگہ سرے سے تھی ہی نہیں... اب دو گھنٹے تک کھڑے رہنا آسان کام نہیں تھا... مفتی صاحب تو یوں بھی کمر درد کے مریض ہیں۔ اسامہ نے یہ صورتِ حال دیکھ کر سامان میں سے ایک جاء نماز نکال لی اور ایک طرف بچھا کر ان سے کہا:

M Safdar Urdufanz.com

''اس پر بیٹھ جائیں۔''

مفتی صاحب اس پر بیٹھ گئے، فوراً ہی انھوں نے کہا:

''اشتیاق صاحب! آپ بھی یہاں میرے ساتھ بیٹھ جائیں۔'' میں بھی مصلے پر بیٹھ گیا... ہم ذکر میں مشغول ہو گئے... مولانا بشیر صاحب اور اسامہ صاحب کلیرنس کے سلسلے میں مصروف ہو گئے... ایسے میں مفتی صاحب نے کہا:

''اشتیاق صاحب! آپ عمرے کا سفرنامہ لکھیں گے، اس میں میرا ذکر نہ کیجیے گا۔''

''جی... یہ... یہ کیسے ہو سکتا ہے۔'' میں دھک سے رہ گیا۔

''نہیں بس... ایسا ہی کریں...''

''لیکن مفتی صاحب! اس طرح تو مزہ نہیں آئے گا۔''

میری بات سن کر وہ مسکرا دیے... آخر سامان کلیئر ہو گیا... ہمیں بورڈنگ کارڈ مل گئے... اور ہم اندر ائیر پورٹ لاؤنج میں چلے آئے... پھر جب اعلان ہوا تو ہم جہاز میں آ بیٹھے... جہاز کا پورا سفر پرسکون گزرا... ہم کراچی ائیر پورٹ پر اترے تو روزنامہ اسلام، ضربِ مومن اور جامعۃ الرشید کے بھی ذمے دار حضرات ہمارے استقبال کے لیے آئے ہوئے تھے اور وہ وقت بھی تھا افطاری کا... یہ بھی بتاتا چلوں کہ اس روز ہمارا اٹھارہواں روزہ تھا جب کہ پاکستان کے لوگوں کا اس روز سولہواں روزہ تھا... اور پاکستان آتے ہی ہمارا روزہ بھی سولہواں ہو گیا تھا... گویا اس رمضان میں ہمیں اکتیس یا بتیس روزے رکھنا تھے۔

اسی طرح جب ہم کراچی ائیر پورٹ پر اترے تو سعودی وقت کے مطابق ابھی روزہ کھلنے میں تقریباً دو گھنٹے باقی تھے... لیکن یہاں وقت ہوا چاہتا تھا... اور استقبال کے لیے آنے والے حضرات نے ائیر پورٹ کی مسجد کے باہر ہی لان میں افطاری کا انتظام کر رکھا

تھا... ہم جونہی باہر نکلے، سب لوگ ہماری طرف بڑھے... میری طرف بڑھنے والے قاری عبدالرحمٰن صاحب تھے... ہم گرم جوشی سے گلے ملے... پھر افطاری کی جگہ پر آئے... ابھی بیٹھے ہی تھے کہ اذان ہو گئی... افطاری کے بعد ہم نے نماز ادا کی... میرا رات کا قیام عبدالرحمٰن صاحب کے ہاں طے تھا، لہٰذا میں مفتی صاحب اور دوسرے احباب سے رخصت ہو کر ان کی گاڑی میں آ بیٹھا۔

صبح سویرے مجھے لاہور کے لیے روانہ ہونا تھا... قاری صاحب نے جگایا اور ائیر پورٹ پر لے آئے... سحری ائیر پورٹ پر کھائی اور جہاز میں سوار ہو گیا... لاہور پہنچا... اپنی بچی کے گھر آیا... چند گھنٹے وہاں گزار کر ڈائیو پر سوار ہو گیا... چار گھنٹے بعد جب ڈائیو جھنگ ٹرمینل پر پہنچی اور میں بس سے باہر نکلا تو میرے ساڑھے تین سالہ پوتے علی نے مجھ پر نظر پڑتے ہی بلند آواز میں نعرہ لگایا۔

''دادا ابو۔''

اور پھر سب لوگ میری طرف لپکے... چند منٹ میں گلے ملنے کا عمل مکمل ہو گیا... گھر پہنچے تو خواتین میری طرف گویا امڈ پڑیں۔

تو یہ تھا سفرنامہ عمرے کا... اب ادارے کو چاہیے کہ مجھے حج کرائے، تاکہ میں سفرنامہ حج لکھ سکوں... جی ہاں اور کیا!

OOOOO